سلسلہ تصانیف مشائخ

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے سیاسی مکتوبات

از

خلیق احمد نظامی
ایم۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی
لیکچرار شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

قیمت ...... سہ ۲ روپے

جناب پروفیسر محمد حبیب صاحب

بی۔ اے (آکسن) بار ایٹ لا

صدر شعبہ سیاسیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

کی

خدمت میں

۷۸۶

"سلسلہ تصانیف مشائخ"

دیباچہ

ہندوستان کے صوفیاء اور مشائخ کی تصانیف اور حالات کے مطالعہ کا شوق دادا مرحوم جناب مولوی فرید احمد صاحب نظامیؒ کی صحبت میں پیدا ہوا اور جناب پروفیسر محمد حبیب صاحب (مسلم یونیورسٹی علی گڈھ) کی رہبری میں بڑھا۔ آج سے آٹھ دس سال قبل یہ طے کیا تھا کہ "سلسلہ مشائخ ہند" کے عنوان سے ہندوستان کے اولیاء کرام کے حالات معتبر ماخذ کی روشنی میں پیش کیے جائیں اور ان کی تصانیف کو صحت کے ساتھ شائع کیا جائے۔ کہ ہندوستان کی تمدنی تاریخ کا ایک اہم باب اُن کی حیات طیبہ سے وابستہ ہے۔ کئی سال کے بعد "مشائخ چشت" (متاخرین) کی پہلی جلد (حضرت شاہ کلیم اللہ دہلویؒ سے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی تک) اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی سوانح تیار ہوئی۔ سنہ ۱۹۴۶ء میں جب کہ ان کتابوں کو طباعت کے لیئے ایک ادارہ کے سپرد کر دینے والا تھا، تقسیم ہند نے ملک کی ساری فضا بدل دی۔ اور حالات ایسے ناساز گار ہو گئے کہ اشاعت و طباعت کی ساری

گفتگو بے محل معلوم ہونے لگی۔ اسی مدت میں دو اور کتابیں یعنی خیر المجالس (ملفوظات حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی) اور سرور الصدور (ملفوظات حضرت شیخ فرید الدین محمود بن شیخ حمید الدین سوالی ناگوری خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی) ایڈٹ کرنے کا موقع مل گیا۔ اب یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس میں کس کتاب کو پہلے شائع کرنے کا بندوبست کروں کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مکتوبات کا ایک نادر مجموعہ دستیاب ہوا۔ دل نے فیصلہ کیا کہ اسی کے انتخاب سے اس سلسلہ کا آغاز کیا جائے۔ حالات نے مساعدت کی تو انشاء اللہ بقیہ کتابیں بھی ایک ایک کر کے ہدیہ ناظرین کر دی جائیں گی۔

ان مکتوبات کی ترتیب کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا ہے۔ مقدمہ میں عمداً اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ مختصر سے مختصر راہ سے ناظرین کو مکتوبات تک پہونچا دیا جائے۔ اس کے بعد جن جن پہلوؤں کی مزید تفصیلات درکار ہوں ان کو ضمیمہ جات میں دیکھا جائے۔ اٹھارویں صدی میں ہندوستان کی سیاست پر ایک تفصیلی ضمیمہ مرتب کیا تھا لیکن کتاب کا حجم بڑھ جانے کے باعث اس کو حذف کرنا پڑا۔ میں نے اپنی بساط برابر کوشش کی ہے کہ ان مکتوبات کے تمام تاریخی اشارات کی وضاحت حواشی میں کر دی جائے۔ پھر بھی بہت سے نقائص رہ گئے ہیں اور مجھے ان کا احساس ہے۔

مجھے جناب پروفیسر محمد حبیب صاحب کا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں ملتے کہ انہوں نے اپنی انتہائی مصروفیت کے باوجود اس کتاب کا مسودہ ملاحظہ

فرمایا اور "تعارف" لکھ کر کتاب کی افادیت میں اضافہ کیا اور میری عزت افزائی فرمائی
میں جناب شیخ عبدالرشید صاحب کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے شروع سے
آخر تک اس کتاب کی اشاعت میں حصہ لیا۔ اور تقریب لکھ کر ذرہ نوازی فرمائی۔
علاوہ ازیں میں ڈاکٹر آر۔ پی۔ ترپاٹھی وائس چانسلر ساگر یونیورسٹی کا بھی ممنون ہوں
کہ انہوں نے ان مکتوبات کی اشاعت میں دلچسپی لی اور مفید مشورے دیئے۔ یہ
کتاب شاید اس قدر جلد شائع نہ ہو سکتی اگر جناب ماموں مولانا نسیم احمدؒ صاحب فریدی
کی امداد اور رہبری شامل حال نہ ہوتی۔ انہوں نے کتابت کی تصحیح اور مکتوبات کے
ترجمہ میں میرا ہاتھ بٹایا۔

خلیق احمد نظامی

نفیس منزل۔ بدرباغ
مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ
۲۵ ر دسمبر ۱۹۵۰ء

فہرست مضامین

تعارف

(از جناب پروفیسر محمد حبیب صاحب بی، اے (آکسن)، بار ایٹ لا۔)

صدر شعبہ سیاسیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

میرے نوجوان رفیق کار، خلیق احمد صاحب نظامی نے ہند کے قرون وسطیٰ کی تاریخ اور اس کے لٹریچر کا جس گہرے انہماک اور ذہنی یکسوئی کے ساتھ مطالعہ کیا ہے اُس سے میں نے مستقبل کی بڑی امیدیں وابستہ کی ہیں۔ کامل غیر جانبداری اور ناقدانہ تحقیق اُن کی علمی کاوشوں کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ ان کی مساعی کا واحد مقصد یہ ہے کہ تاریخ کے تاریک گوشوں کو روشنی میں لایا جائے اور جو چیزیں منصۂ شہود پر نہیں آئی ہیں انکو پیش کیا جائے۔ موجودہ تالیف ان کے اس انداز تلاش و تحقیق کی ایک اچھی مثال ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رح کو متفقہ طور پر اٹھارویں صدی کا سب سے ممتاز عالم اور صوفی تسلیم کیا جاتا ہے۔ ہمارے عہد کے بعض اہل علم، خصوصاً مولانا خلیل احمد صاحب علی گڈھی اور مولانا عبید اللہ صاحب سندھی شاہ صاحب رح کی تصانیف کے مطالعے اور ممدوح کی اخلاقی و مذہبی تعلیمات کی تشریح کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر چکے ہیں۔ اب نظامی صاحب نے ملک کے سامنے شاہ صاحب رح کی سیاسی آرا اور سیاسی ردعمل کے متعلق پہلی بار نہایت قیمتی مواد پیش کیا ہے دہلی، ہندوستان کے تمام شہروں میں سب سے زیادہ با عظمت اور اسی کے ساتھ سب سے

بڑھ کر بد قسمت شہر رہا ہے۔ اس کی بنا سلطان شمس الدین التمش کے ہاتھوں پڑی۔ اور سلطان علاء الدین نے اس کو پروان چڑھایا۔ یہاں تک کہ فارغ البالی کا یہ حال ہو گیا کہ (بقول شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رح) معمولی فقیروں کے پاس ایک چھوڑ، دو دو لحاف ہوتے تھے۔ اس محبوب شہر کی تعریف میں امیر خسرو اور عصامی کے نغمے آج تک دنیا کے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ بلکہ عصامی نے تو ہر موسم میں دہلی کی آب و ہوا کے معتدل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ع بہ ہر چار فصلش ہوا معتدل۔ آخر ۱۳۹۸ء میں تیمور کے حملہ کا سیلاب آیا جس نے دہلی کو کھنڈروں کا ڈھیر بنا دیا۔

لیکن دہلی کے مقدر میں بگڑ کر پھر بننا تھا۔ اور اگرچہ آگرہ اس کا مد مقابل تھا، تاہم شاہان مغلیہ کے عہد میں دہلی کی گئی ہوئی شان و شوکت پھر واپس آ گئی جب سلطنت مغلیہ کا زوال شروع ہوا تو دہلی بے سہارے رہ گئی۔ اگرچہ اس کی ظاہری شان میں چنداں فرق نہ آیا۔ بہادر شاہ اول کی وفات سے لیکر برطانوی حکومت کے قیام تک اہل دہلی کو جن مسلسل اور ہولناک مصائب کا سامنا کرنا پڑا اُن کے مقابلہ میں تیمور کا قتل عام کچھ بھی نہ تھا محلات میں ریشہ دوانیاں ہو رہی تھیں اور چاروں طرف خانہ جنگی پھیلی ہوئی تھی کہ نادر شاہ کا حملہ ہو گیا۔ اس حملہ نے دہلی کی رہی سہی شان بھی خاک میں ملا دی۔ ان حالات میں جب شاہ ولی اللہ صاحب رح نے احمد شاہ ابدالی سے یہ اپیل کی ـــــــــ

بخدا می پناہم از انکہ بدستور نادر شاہ

را بعمل آید کہ مسلمانان را زیر و زبر ساخت

ومرہٹہ وجٹ راسالم وغانم گذاشت

رفت، ازاں باز دولت کفار قوت یافت

وجنود اسلام ازہم پاشید وسلطنت دہلی

بمنزلہ لعب صبیان گشت" ص ۵۲

تو حقیقت میں وہ دہلی کے تمام باشندوں کے جذبات کی ترجمانی کر رہے تھے۔

نادر شاہ کے حملہ کے بعد جیسا کہ شاہ صاحب نے فرمایا ہے "از سلطنت بجز نامے باقی نماند"۔ اہل دہلی اور باشندگان ہند، مرہٹوں سکھوں اور جاٹوں کا تسلط ضرور گوارا کر لیتے بشرطیکہ مغل فاتحوں کی طرح ان کے سامنے کوئی تعمیری اسکیم ہوتی۔ مگر وہ، نہ تو سلطنت مغلیہ کا احیاء کر سکتے تھے نہ اس کے عوض میں کوئی ویسی ہی عمدہ کل ہند حکومت قایم کر سکتے تھے۔ اور معاصرین نے اس حقیقت کو خوب سمجھ لیا تھا۔

میں اسے ضروری نہیں سمجھتا کہ ان خیالات کو پھر دہراؤں جو نظامی صاحب نے اس قدر وضاحت سے اپنے مقدمے میں پیش کیے ہیں۔ شاہ صاحب ؒ نے احمد شاہ ابدالی کو بالکل صحیح اطلاع دی تھی کہ ان قوتوں میں سے کوئی بھی "عوام" کی نمائندہ نہیں اور یہ کہ ان میں سے کسی میں یہ دم نہیں کہ ایک زبردست حملے کی تاب لا سکے۔

حالات بالا میں یہ ناگزیر تھا کہ اس عہد کا ایک فاضل جو قرون وسطیٰ کی اسلامی تہذیب کا حامل تھا "قدیم حقائق" کے نام پر اپیل کرے اور نیز احمد شاہ ابدالی اور نجیب الدولہ

کو اُن "قدیم عقائق" کا از سرِ نو زندہ کرنے والا تصور کرے۔ ان دونوں لیڈروں کی قابلیت اور عظمت سے انکار کرنا غیر ممکن ہے۔ لیکن ہندوستان کا نجات دہندہ بننا ان دونوں میں سے کسی کی قسمت میں نہ تھا۔

میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ صرف میرا خیال ہی ہے یا واقعی شاہ صاحبؒ کا یہ عقیدہ تھا کہ اس وقت ایک اہم انقلاب ضروری تھا!

جس زمانہ میں یہ خطوط لکھے جا رہے تھے انگلستان واضح طور پر ایک صنعتی انقلاب کی راہ پر گامزن تھا۔ سرمایہ داری تیزی کے ساتھ بڑھتی آرہی تھی اور دو زبردست انقلاب (امریکی اور فرانسیسی)، جو مغربی دنیا کا ڈھانچ بدل دینے والے تھے چند سال کے عرصے میں رونما ہونے کو تھے۔ یورپ کے مزدور طبقے کی مشکلات جو کچھ بھی رہی ہوں تاہم یہ حقیقت ہے کہ اصول تنظیم اور نظری و عملی سائنس میں یورپ ایشیا سے بازی لے گیا تھا۔ اب جنگ میں محض نظم، ترتیب اور جماعت درکار نہ تھی بلکہ سائنس اور صنعت کا سوال تھا، جیسا کہ نیپولین کے مقابلہ میں انگریزوں کی فتح سے ظاہر ہے۔

نظامی صاحب نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ پانی پت کی تیسری جنگ نے پلاسی کے فاتحوں کے لئے راستہ صاف کر دیا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا عقلاً اس چیز کا جواز بھی نکلتا ہے۔ یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ ہندوستان بھی، چین کی طرح بیرونی تسلط سے بچتے ہوئے عصرِ نو کا خیر مقدم کرتا، تاکہ اس کی قومی تاریخ کا تسلسل برقرار رہتا۔ یہی وہ نقطہ نظر ہے جس نے شاہ

ولی اللہ کے سیاسی افکار کی قدر و قیمت بہت کچھ بڑھادی ہے اور جس کا نظامی صاحب نے نہایت دقیقہ رسی سے تجزیہ کیا ہے۔ درحقیقت شاہ صاحب "سماجی تحفظ" کے حامی تھے اور یہ چاہتے تھے کہ ہند کے شاندار ماضی کی روشنی میں ملک کے سیاسی اداروں کو از سرِ نو زندہ کیا جائے۔

محمد حبیب

تقریب

(از جناب شیخ عبدالرشید صاحب ام۔اے۔ال۔ال۔بی)

صدر شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

سماج میں جب کوئی زبردست تبدیلی پیدا ہونے والی ہوتی ہے، تو خواہ وہ سیاست اور انسانی تعلقات کے حدود میں ہو یا اقتصادیات اور تہذیب کے شعبے میں اس کا عکس سب سے پہلے حساس اور بیدار ذہنوں میں نظر آتا ہے۔ اور جسے تہلکہ کہتے ہیں وہ بعد میں رونما ہوتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اسی زمرے میں ہیں۔ ان کی عارفانہ بصیرت کے سامنے وہ تمام فتنے بے حجاب تھے جنہوں نے کچھ عرصے بعد مغلوں کی سلطنت کو پارہ پارہ اور مسلمانوں کی معاشرت کو زیر و زبر کر دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی زندگی کا مقصد کیا تھا، ان کی شخصیت میں کون سے عناصر تھے اور وہ مسلمانوں کو کس خطرے سے آگاہ کرنا چاہتے تھے، یہ اور اسی قسم کے دوسرے سوال ہیں جن پر مسلمانوں کو غور کرنا چاہیئے۔ واقعہ یہ ہے کہ شاہ صاحب کے متعلق ہماری واقفیت جوں جوں بڑھتی جائے گی اتنا ہی یہ احساس تیز ہوتا جائے گا کہ شاہ صاحبؒ کا کارنامہ بڑی اہمیت اور قدر و قیمت کا حامل ہے۔

خلیق احمد صاحب نظامی نے شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے خطوط کا یہ مجموعہ مرتب

کر کے ایک زبردست خدمت انجام دی ہے۔ یہ مجموعہ مسلمانوں کی ذہنی اور روحانی تاریخ کو سمجھنے میں بہت مفید ثابت ہوگا کیونکہ اس کے ورق ورق میں وہ درد اور وہ گداز ہے جو شاہ صاحبؒ کے رگ وپے میں جاری وساری تھا۔ ان خطوں سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ صاحب آنے والی تباہی کو بہت قریب سے دیکھ رہے تھے۔ چینیوں کے یہاں ایک مخصوص علامت ہے جس کا ایک پہلو "خطرہ" کی طرف اشارہ کرتا ہے اور دوسرا "امکان" کو ظاہر کرتا ہے۔ شاہ صاحب کی حیثیت اٹھارویں صدی کے ہندوستان میں بالکل اسی علامت کی سی تھی۔ وہ ایک طرف آنے والے خطرات سے آگاہ کرتے تھے دوسری طرف نئے امکانات اور بیماریوں کے علاج کا پتہ دیتے تھے۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے کارنامہ کی قدر قیمت کا اندازہ لگانے کے لیے ضروری ہے کہ اٹھارویں صدی میں مسلمانوں کی سیاسی، سماجی، اقتصادی اور ذہنی حالت پر نظر رکھی جائے۔ عام طور پر مشہور یہ ہے کہ مسلمانوں کا ضعف، ان کی تہذیب کا زوال، مردہ پرستی، اخلاقی جمود، اور زندگی کے حقائق سے فرار، نتیجہ تھا سلطنت مغلیہ کے زوال اور اس کے اقتدار کے خاتمہ کا۔ لیکن واقعہ اس کے برعکس ہے۔ دراصل مغلوں کی قوت اور حکومت کا زوال نتیجہ تھا مسلمانوں کے زوال اور انتشار کا۔ تن آسانی اور تعیش نے مسلمانوں کی رُوح کو مضمحل کر دیا تھا۔ تہذیبی زوال کو روکنے کے لیے جو عناصر اُبھرے تھے وہ خود ان اثرات کے ماتحت، نیز اقتصادی اور نفسیاتی ابتری کے باعث کمزور پڑ گئے تھے۔ جن لوگوں میں عمل کا حوصلہ تھا وہ فساد کے قائل ہو گئے تھے اور عیش امروز

کا نعرہ لگا کر فردا سے بے نیاز ہو گئے تھے۔ اور دوسری طرف جن لوگوں میں عمل کا ذوق نہیں تھا وہ نئے حالات سے ہار مانتے جارہے تھے اور ان کی مجہولیت اور اخلاقی کمزوری، زوال کی رفتار کو تیز کرتی جارہی تھی۔ یہ لوگ گزرے ہوئے زمانہ سو شرمندہ اور آنے والے زمانہ سے ناامید تھے۔ خلفائے راشدین کی سیرت اور ان کے کارنامے، ان کی بے سود اور بے مصرف زندگی میں گرمی یا روشنی پیدا کرنے سے معذور تھے۔ یہ سب پرانی تہذیب کا خستہ لبادہ اوڑھے ہوئے بیٹھے تھے اور افسانوی شترمرغ کی طرح انہوں نے اپنے سروں کو مغلیہ سلطنت کی عظمت کے ریگ میں چھپا رکھا تھا۔

شاہ ولی اللہ نے اس ماحول میں اعلان کیا: "مجھے خدا نے یہ شرف بخشا ہے کہ میں اس زمانہ کا مجدد، وصی اور قطب ہوں۔ مجدد کے منصب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ شریعت کے قوانین کی توجیہ و تفسیر کو سنت کے مطابق کرے اور اس میں قیاس کو ہرگز دخل نہ دے، اور تعلیمات اور نظریات کو پیش کرتے وقت صحابہ اور تابعین کے افعال و اعمال کو سامنے رکھے۔ وصیت سے مراد یہ ہے کہ دین کے ان قوانین کو جو بتاتے ہیں کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے، رسول کے اسوۂ حسنہ اور ان کے ارشادات کی روشنی میں ترتیب دے۔ قطب وہ ہے جو خدا کی مرضی کو موجودہ حالات اور ضروریات میں بنی نوع انسان پر ظاہر کردے اگر خدا نے چاہا تو میری کوششوں سے مسلمانوں میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جائے گی"

شاہ صاحب رح نے مسلمانوں کو جگانے کی کوشش کی۔ ان کے لیے ایک نظام عمل

مرتب کیا کہ اگر اس کی پیروی کی جاتی تو ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ میں ایک نیا باب کھل جاتا اور اجتماعی زندگی کو تقویت حاصل ہو جاتی۔ مگر اس نسل نے شاہ صاحب کی اس بروقت تنبیہ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور اپنی غفلت کی سزا پائی۔

شاہ صاحب کو مغلوں کی حکومت کے سنبھل جانے کی کوئی امید نہ تھی، نہ یہ اُن کی خواہش تھی اور نہ وہ اسے پسند کرتے تھے، ہاں البتہ وہ اس کے زوال کو اس وقت تک کے لیئے روک دینا چاہتے تھے۔ جب تک اس کا کوئی نعم البدل نہ مل جائے ان کے خیال میں نظام حکومت کا بہترین نمونہ خلافت راشدہ تھی اور وہ یہ چاہتے تھے کہ اس قسم کی حکومت ہندوستان میں قائم ہو جائے تاکہ لوگوں میں اتحاد اور اتفاق ہو اور وہ خوشی اور فارغ البالی کی طرف قدم بڑھائیں۔

خلیق احمد صاحب نظامی نے یہ خطوط ایک بڑے مجموعہ سے منتخب کیئے ہیں۔ ان خطوط کی دلچسپی اور افادیت یہ ہے کہ ان میں شاہ صاحب نے اپنے زمانہ کی سیاسی حالت کا تجزیہ اور مطالعہ بڑی گہری نظر سے کیا ہے اور مغلوں کے زوال، اُن کی معاشرت کی خرابیوں اور ملک کے اقتصادی بحران پر مدلل بحث کی ہے۔

شاہ صاحب کی زندگی اور ان کی تعلیمات کو سمجھنے اور حالات کے مطابق سمجھانے کی ضرورت جس قدر آج ہے، اتنی شاید کبھی نہ ہوگی اور ہمیں خلیق احمد صاحب نظامی کا ممنون ہونا چاہیئے کہ انہوں نے موجودہ نسل کی اس ضرورت کو پورا کیا ہے۔

شیخ عبدالرشید

مقدمہ

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے جب آنکھ کھولی تو سلطنتِ مغلیہ کا آفتاب لبِ بام آچکا تھا، معاشرہ اور سیاست کا پُرانا نظام منہدم ہو رہا تھا زندگی کے ہر شعبہ میں زوال وانحطاط کے اثرات نہایت سُرعت کے ساتھ کام کر رہے تھے، سارا نظام کھوکھلا ہو چکا تھا، اور اخلاقی قدروں کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی تھی، مرکز کے کمزور ہوجانے کے باعث ساری سلطنت میں ابتری بدنظمی اور طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی، شاہ جہاں اور اورنگ زیب کی دہلی اپنی عظمتِ دیرینہ کو خیرباد کہہ چکی تھی ہندوستان کا یہ قلب وجگر جس کی عظمت وشوکت کے ترانے کبھی اس طرح گائے گئے تھے ؎

حضرتِ دہلی کنفِ دین وداد — جنّت عدن است کہ آباد باد

ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات — حرسہا اللہ عن الحادثات

ملک ز دروازہ او فتح یاب — ہبزدہ دروازہ وصد فتح یاب

نام بلندش رہ بالا گرفت — تا بہ خلق شدہ پیغما گرفت

گر شنود قصۂ ابن بوستاں
کہ شود طائفِ ہندوستاں (امیر خسروؒ)

اس وقت "بمنزلہ لعبِ صبیان" تھا۔ دکن سے جو طوفان اٹھتا تھا وہ لال قلعہ سے آکر ٹکراتا تھا پنجاب سے جو آندھی اٹھتی تھی اس کے زلزلے دہلی میں محسوس ہوتے تھے۔ جاٹوں کا جو ہنگامہ برپا ہوتا تھا اس کی جولان گاہ یہ ہی بدبخت شہر بنتا تھا، امراء کی شاطرانہ چالوں کی بساط قلعہ معلّٰی ہی کے اندر بچھتی تھی، دہلی کے وہ باشندے جنہوں نے شاہجہاں اور اورنگ زیب کے عہد میں امن اور چین کے ساتھ زندگی بسر کی تھی ان پیہم ہنگامہ آرائیوں سے تنگ آگئے تھے، ان کو اپنی عزت و ناموس کا بچانا محال نظر آتا تھا، زمین و آسمان کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر ان پر بدحواسی، مایوسی، وحشت، کم ہمتی، اور خود فراموشی کے وہ مہیب اثرات طاری تھے جنہوں نے ساری قوم کو بے کار اور مفلوج کر دیا تھا۔

بادشاہ ہنگامہائے ناؤ نوش میں مدہوش اور عیش و عشرت میں غرق تھے۔ ان کے چاروں طرف امراء کی سازشوں کا ہولناک جال بچھا ہوا تھا۔ صوبوں میں خود مختاریاں اور نوابیاں قائم ہو رہی تھیں، سارا ملک سیاسی بنرد آزمائی اور کشمکش کا بازیچہ بن گیا تھا، پارٹی بندی کے مسموم اثرات محلات سے گزر کر عوام کی زندگی میں تلخی پیدا کر رہے تھے!

فوج میں ابتری پھیلی ہوئی تھی بددیانتی، غداری، حکم عدولی اور بغاوت نے

عسکری نظام کو تباہ کر دیا تھا۔ فوج اس قابل نہ رہی تھی کہ وہ ملک کے سرکش عناصر کا استیصال کر سکے۔ مجبوراً بادشاہوں کو اپنے دشمنوں سے صلح خریدنی پڑتی تھی اور اس طرح سلطنتِ مغلیہ کا اقتدار دن بدن کم ہوتا جاتا تھا۔

اقتصادی حالت سب سے زیادہ تباہ تھی، صوبہ داریوں کے قائم ہو جانے کے باعث آمدنی کے اصلی ذرائع ختم ہو چکے تھے جو علاقے باقی رہ گئے تھے، وہ جاگیرداروں اور منصب داروں کے قبضہ میں تھے

سلطنتِ شاہ عالم

از دہلی تا پالم

کا نقشہ تھا۔ خالصہ کا علاقہ کم ہو جانے کے باعث بادشاہوں کی حالت گداگروں سے بدتر تھی۔[1]

مرہٹے، سکھ، جاٹ، روہیلے، سب میں ملک گیری کی ہوس پیدا ہو گئی تھی، ملک کے گوشہ گوشہ میں باغیانہ قوتیں کام کر رہی تھیں، لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا اور شاہانِ مغلیہ کا تاج طوفانی موجوں کے آغوش میں کھلونا بنا ہوا تھا!

شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے دل و دماغ پر ان حالات کا جو اثر ہوا اس کا

---

[1] اس زمانہ میں شہزادیوں کو تین تین دن کے فاقے کرنے پڑے ہیں۔ ملاحظہ ہو تاریخ عالمگیر ثانی (قلمی) ص ۱۹۰
نیز Fall of the Mughal Empire Vol. II, P. 36-37

اندازہ تو اُن کے اس شعر سے ہوتا ہے ؎

کانّ بخوماً اومضت فی الغیاھب

عیون الافاعی او رؤس العقارب

(تاریکیوں میں جو ستارے چمک رہے ہیں، مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ناگوں کی آنکھیں ہیں یا بچھوؤں کے سر ہیں)

لیکن مایوسی اور قنوطیت کو انھوں نے پاس نہ آنے دیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ طوفان کے ہر تھپیڑے نے اُن کے مرکب ہمّت کے لئے مہمیز کا کام کیا۔ اُنھوں نے حالاتِ گرد و پیش کا جائزہ پوری سیاسی بصیرت کے ساتھ لیا زوال و انحطاط کے ایک ایک سبب پر غور کیا۔ ہندوستان کے بسنے والوں کی عام حالت کا اندازہ لگایا۔ اُمراء و سلاطین کی انفرادی صلاحیتوں کو پرکھا اور پھر اپنے اصلاحی پروگرام کا خاکہ تیار کیا۔ وہ زندگی کے اُن تمام گوشوں سے واقف تھے جن میں اصلاح کی ضرورت تھی۔ تفہیمات میں فرماتے ہیں۔

"ملاءِ اعلیٰ کی طرف سے اصلاحی مطالبات کا اس زمانہ میں جن جن امور کے متعلق تقاضا ہو رہا ہے اُس کا ایک طویل باب ہے"

اُن کا اعتقاد تھا کہ یہ "اصلاحی مطالبات اُن ہی کے ذریعہ سے پورے ہوں گے۔ چنانچہ فیوض الحرمین میں ارشاد ہوتا ہے۔

"رأیتنی فی المنام قائم الزمان اعنی بذلک

ان اللہ اذا اراد شیئاً من نظام الخیر جعلنی کالجارحۃ لانتمام مرادہ" ص ۸۹

"میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ میں قائم الزمان ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بھلائی اور خیر کے کسی نظام کو قائم فرمانا چاہتا ہے تو مجھے اس مقصد کی تکمیل کے لئے گویا ایک آلہ یا واسطہ بنا لیتا ہے۔

زوال کے اسباب شاہ صاحبؒ کی نظر میں

شاہ صاحبؒ نے "مسلم سوسائٹی" اور "سلطنتِ مغلیہ" کے زوال و انحطاط کے اسباب علیحدہ علیحدہ متعین کئے تھے۔ اُن کی تصانیف کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ان دونوں کے متعلق اُن کے خیالات کا پتہ چل سکتا ہے۔ مسلم سوسائٹی کے زوال کا سبب اُن کے خیال میں مذہبی شعار سے بے اعتنائی، اور علومِ دینیہ سے بے تعلقی تھی۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کا سبب اُنھوں نے اقتصادی انحطاط کو قرار دیا تھا، اس ہی کے باعث تمام سیاسی انتشار اور بدنظمیاں پیدا ہوئی تھیں۔ فرماتے ہیں کہ جس سوسائٹی میں اقتصادی توازن نہ ہو اس میں طرح طرح کے روگ پیدا ہو جاتے ہیں، نہ وہاں عدل و انصاف قائم ہو سکتا ہے اور نہ مذہب اپنا اچھا اثر ڈال سکتا ہے۔

اُنھوں نے مسلم سوسائٹی کے ہر ہر طبقہ سے خطاب کر کے اس کی بے راہ روی پر اُسے متنبہ کیا۔ تفہیمات کا وہ حصّہ خاص طور سے مطالعہ کے قابل ہے جس میں اُنھوں نے مسلم سوسائٹی کے ایک ایک گروہ کو نام بنام مخاطب کیا ہے اور اس کے نقائص بیان کئے ہیں جہاں تک معاشی خرابیوں کا تعلق ہے اس میں تقریباً ہر طبقہ کو یکساں گرفتار پایا ہے۔ امیروں سے خطاب کرتے ہیں:

"اے امیرو! دیکھو! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے، دُنیا کی فانی لذتوں میں تم ڈوبے جارہے ہو اور جن لوگوں کی نگرانی تمہارے سپرد ہوئی ہے ان کو تم نے چھوڑ دیا ہے تاکہ ان میں بعض بعض کو کھاتے اور نگلتے رہیں۔ تمہاری ساری ذہنی قوتیں اس پر صرف ہو رہی ہیں کہ لذیذ کھانوں کی قسمیں پکواتے رہو اور نرم و گداز جسم والی عورتوں سے لطف اُٹھاتے رہو، اچھے کپڑوں، اور اونچے مکانات کے سوا تمہاری توجہ کسی طرف منعطف نہیں ہوتی۔"

سپاہیوں سے کہتے ہیں:

"تم اعتدال کی راہ اپنے خرچ میں اختیار کرو اور محض اتنی روزی پر قناعت کرنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ جو آسانی تمہیں اُخروی زندگی کے نتائج تک پہنچادے...." دیکھو اپنے خرچ کو اپنی آمدنی سے کم رکھا کرو! پھر جو بچ جایا کرے اُس سے مسافروں اور مسکینوں کی مدد کیا کرو۔ اور کچھ

اتفاقی مصائب اور ضرورتوں کے لئے پسماندہ بھی کیا کرو۔"

مشائخ کو للکارتے ہیں:

"ہم ایسے لوگوں کو قطعاً پسند نہیں کرتے جو محض لوگوں کو اس لئے مرید کرتے ہیں تاکہ اُن سے ٹکے وصول کریں۔"

عوام کو خطاب کر کے فرماتے ہیں:

"اپنے مصارف وضع قطع میں تکلف سے کام نہ لیا کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارے نفوس بالآخر فسق کے حدود تک پہنچ جائیں گے، اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے اس کی آسانیوں سے فائدہ اُٹھائیں .... اتنے کمانے کی کوشش کرو جس سے تمہاری ضرورتیں پوری ہوں دوسروں کے بیٹوں کے بوجھ بننے کی کوشش نہ کرو کہ اُن سے مانگ مانگ کر کھایا کرو یا تم اُن سے مانگو اور وہ نہ دیں، اس طرح بیچارے بادشاہوں اور حکام کے اوپر بھی بوجھ نہ بن جاؤ۔ تمہارے لئے یہی پسندیدہ ہے۔ کہ تم خود کما کر کھایا کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خدا تمہیں معاش کی بھی راہ دکھائے گا جو تمہارے لئے کافی ہوگی۔

اے آدم کے بچو! جسے خدا نے ایک جائے سکونت دے رکھی ہو جس میں وہ آرام کرے، اتنا پانی جس سے سیراب ہو، اتنا کھانا جس سے بسر ہو جائے، اتنا کپڑا جس سے تن ڈھک جائے، ایسی بیوی جو اس کے

رہن سہن کی جد وجہد میں مدد دے سکتی ہو تو یاد رکھو کہ دنیا کامل طور سے اس شخص کو مل چکی ہے۔ چاہیئے کہ اس پر خدا کا شکر کرے۔

...... بہرحال کوئی نہ راہ کمائی کی آدمی ضرور اختیار کرے۔"

ان انفرادی نقائص سے قطع نظر، شاہ صاحب نے سلطنت کے زوال کے اسباب کو "حجۃ اللہ البالغہ" میں اجمال اور ان مکتوبات میں جو آپ کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں، تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:-

وغالب سبب خراب البلدان فی هذا الزمان شیئان احدهما تضییقهم علی بیت المال بان یعتادوا التکسب بالاخذ منه علی انهم من الغزاة او من العلماء الذین لهم حق فیه۔ او من الذین جرت عادة الملوک بصلتهم کالزهاد والشعراء او بوجه من وجوه التکدی ویکون المعظم هو التکسب دون القیام بالمصلحة فیدخل قوم علی قوم فینغصون علیهم ویصیرون کلّا علی المدینة والثانی ضرب الضرائب الثقیلة علی الزراع والتجار والمحترفة والتشدید علیهم حتی یفضی الی اجحاف المطاوعین واستئصالهم والی تمنع اولی باس شدید

وبغيهم وانما تصلح المدينة بالجباية اليسيرة و اقامة الحفظة بقدر الضرورة فليقبب اهل الزمان لهذه النكتة (باب سياست المدينة)

اس زمانہ میں ملک کی خرابی و ویرانی کے زیادہ تر دو سبب ہیں، ایک بیت المال یعنی ملک کے خزانہ پر تنگی، وہ اس طرح کہ لوگوں کو یہ عادت پڑ گئی ہے کہ کسی محنت کے بغیر خزانہ سے روپیہ اس دعویٰ سے حاصل کریں کہ وہ سپاہی ہیں یا عالم ہیں جن کا حق اس خزانہ کی آمدنی میں ہے، یا اُن لوگوں میں سے ہیں جن کو بادشاہ خود انعام و اکرام دیا کرتے ہیں۔ جیسے زاہد پیشہ صوفی اور شاعر، اور دوسرے گروہوں میں سے جو ملک و سلطنت کے کسی کام کے بغیر کسی نہ کسی طریقہ سے روزی حاصل کرتے ہیں جو محنت کے بغیر اُن کو ملتی ہے یہ لوگ اُن کے اور دوسروں کے ذرائع آمدنی کو کم کر دیتے ہیں اور ملک پر بوجھ ہیں۔

دوسرا سبب کاشتکاروں، بیوپاریوں اور پیشہ وروں پر بھاری محصول لگانا اور ان پر اس بارہ میں سختی کرنا ہے، یہاں تک کہ جو بیچارے حکومت کے مطیع اور اس کے حکم کو مانتے ہیں وہ تباہ ہو رہے ہیں اور جو

---

[1] عربی عبارت کا اردو ترجمہ جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کا کیا ہوا ہے۔

(الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ص ۳۲۳-۴)

سرکش اور نادہندہیں وہ اور سرکش ہو رہے ہیں اور حکومت کے محصول نہیں ادا کرتے حالانکہ ملک اور سلطنت کی آبادی سے محصول اور فوج اور عہدہ داروں کے بقدر ضرورت تقرر پر ہے چاہئے کہ اس زمانہ کے لوگ ہوشیار ہو کر سیاست کے اس راز کو سمجھیں۔"

مکتوبات میں ان ہی بنیادی خرابیوں کی تشریح کی ہے اور زوال کے اسباب یہ متعین کئے ہیں۔

(۱) خالصہ کے علاقہ کا محدود ہونا۔

(۲) خزانہ کی قلت

(۳) جاگیرداروں کی کثرت

(۴) اجارہ داری کے مسموم اثرات

(۵) افواج کے مواجب کا بروقت نہ ملنا۔ وغیرہ وغیرہ

آج دوسو سال گزر جانے کے بعد بھی مورخین، سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے اسباب کا اس قدر صحیح تجزیہ نہیں کر سکے جتنا شاہ صاحب نے اُس طوفانی دور میں ہوتے ہوئے کیا تھا۔ اس سے اُن کی بے پناہ سیاسی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اُنھوں نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں قوموں کے عروج و زوال سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا ہے:

"اگر کسی قوم میں تمدن کی مسلسل ترقی جاری رہے تو اس کی صنعت و حرفت

اعلیٰ کمال پر پہونچ جاتی ہے اس کے بعد اگر حکمراں جماعت آرام و آسائش اور زینت و تفاخر کی زندگی کو اپنا شعار بنالے تو اس کا بوجھ قوم کے کاریگر طبقات پر اتنا بڑھ جائے گا کہ سوسائٹی کا اکثر حصہ حیوانوں جیسی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوگا۔ انسانیت کے اجتماعی اخلاق اُس وقت برباد ہو جاتے ہیں جب کسی جبر سے اُن کو اقتصادی تنگی پر مجبور کر دیا جائے۔ اُس وقت وہ گدھوں اور بیلوں کی طرح صرف روٹی کمانے کے لئے کام کریں گے۔ جب انسانیت پر ایسی مصیبت نازل ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ انسانیت کو اُن سے نجات دلانے کے لئے کوئی راستہ ضرور الہام کرتا ہے یعنی ضروری ہے کہ قدرتِ الٰہیہ انقلاب کے سامان پیدا کرکے قوم کے سر سے اس ناجائز حکومت کا بوجھ اُتار دے۔"

حالات کو درست کرنے کی کوشش

شاہ صاحب رح نے مسلم سوسائٹی کی تجدید و احیاء کے لئے جو مسلسل جد و جہد کی ہے اُس کے بیان کرنے کا یہاں موقعہ نہیں۔ یہاں صرف اُن کی خدمات کے سیاسی پہلو سے بحث کرنی ہے۔

تفہیمات میں فرماتے ہیں اگر موقع و محل کا اقتضا ہوتا تو میں جنگ کر کے عملاً اصلاح کرنے کی قابلیت بھی رکھتا تھا۔

"فلو فرض ان یکون ھذا الرجل فی زمان و اقتضت

الاسباب ان یکون اصلاح الناس باقامۃ الحروب و

نفث فی قلبہ اصلاحھم لقام ھذا الرجل بامر الحرب

اتم قیام وکان اماماً فی الحرب لایقاس بالرستم

والاسفندیار وغیرھما طفیلیون علیہ

مستمدون منہ مقتدون بہ۔" (جلد اول ص ۱۰۱)

حالات کا یہ اقتضا نہ تھا، لہٰذا شاہ صاحبؒ نے اس زمانہ کی ہی مختلف سیاسی طاقتوں سے کام لیا اور اُن کے ذریعہ سے ہندوستان کی فضا کو درست کرنے کی کوشش کی۔ شاہ صاحبؒ پر سیاسی بدامنی، قتل وغارت گری، فتنہ و فساد کا بڑا اثر تھا وہ چاہتے تھے کہ ان سب مفسدانہ عناصر کی روک تھام کی جائے تاکہ عام لوگ امن اور چین سے زندگی بسر کر سکیں۔ تفہیمات الٰہیہ ہی میں بادشاہوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الملا الاعلیٰ ان تنتصبوا فی کل ناحیۃ وفی کل مسیرۃ

ثلثۃ ایام واربعۃ ایام امیراً عادلاً یاخذ للمظلوم

حقہ من الظالم ویقیم الحدود ویجتھد ان لایحصل

فیھم بغی ولا قتال ولا ارتداد ولا کبیرۃ ویفشوا الاسلام

وتظھر شعائرہ ویاخذ بفرائضہ کل احد ویکون لامیر

کل بلد شوکۃ یقدر بہا علی اصلاح بلد لا و لایکون لہ شوکۃ یمتنع بسببھا ویعصی علے السلطان وینصب فی کل اقلیم کبیر امیرا یقدر علی القتال فقط یکون جمعہ اثنا عشر الفا من المجاھدین لا یخافون فی لومۃ لائم یقاتلون کل باغٍ وعاد فاذا کان ذلک فرضاء الملاء الاعلی ان یفتش جندنہ من النظامات المنزلیۃ والعقود ونحوہا حتی لایکون شیٔ الا موافق الشرع حتی یامن الناس من کل وجہ" (تفہیمات ص ۲۱۲)

تو اس کے بعد ملاء اعلیٰ کی مرضی یہ ہے کہ تم اے بادشاہو! ہر علاقہ اور تین دن یا چار دن کی ہر مسافت پر ایک صاحب عدل امیر کو مقرر کرو، جو ظالم سے مظلوم کا حق لے سکتا ہو، اور شرعی حدود قائم کر سکتا ہو اور اس کی کوشش کرے کہ اُن کی طرف سے پھر سرکشی اور فساد پیدا نہ ہو اور ارتداد اور کبیرہ کا ارتکاب نہ کر سکیں۔ اسلام بالکل فاش اور علانیہ ہو جائے، اس کے شعائر بالکل کھلم کھلا ظاہر ہوں، اور اپنے مذہبی فرائض کو ہر شخص اختیار کرلے۔ چاہئے کہ ہر شہر کے امیر کے پاس اتنی قوت و شوکت ہو جس کے ذریعہ سے اپنے شہر کی اصلاح پر وہ قابو پا سکے، مگر

اتنی شوکت و قوت اُس کے پاس نہ ہو کہ اُس سے خود نفع اٹھانے لگے، اور بادشاہِ وقت سے سرکشی کرنے لگے چاہیئے کہ ہر اقلیم (صوبہ) میں ایک بڑا امیر بھی مقرر ہو جس کے ذمہ فقط جنگ کی ذمہ داری عائد کی جائے، چاہیئے کہ اُس کی فوجی جمعیت ایسے بارہ ہزار مجاہدوں کی ہو جو اللہ کی راہ میں کسی ملامت سے خوفزدہ نہ ہوں، اور ہر سرکش باغی سے جنگ کر سکتے ہوں، جب یہ ہو چکے تب چاہیئے کہ منزلی نظامات اور عقود و معاملات کی جانچ کی جائے اور اسی قسم کی دوسری باتوں کی کہ کوئی بات ایسی باقی نہ رہ جائے جو شریعت کے مطابق نہ ہو تاکہ لوگ ہر لحاظ سے امن و عافیت کی زندگی بسر کرنے لگیں"

بادشاہ سازشوں میں اس طرح جکڑے ہوئے تھے کہ حرکت بھی نہ کر سکتے تھے، چنانچہ شاہ صاحب نے سیاسی حالات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد دو ایسی طاقتوں کا انتخاب کیا جن کے ذریعہ سے مفسدانہ عناصر کی سرکوبی ممکن تھی۔

(۱) نجیب الدولہ یعنی روہیلے

اور (۲) احمد شاہ ابدالی

نجیب الدولہ کو شاہ صاحبؒ اپنے مکتوبات میں راس المجاہدین اور رئیس الغزاۃ کہہ کر پکارتے ہیں۔ ایک مکتوب میں نجیب الدولہ کو لکھتے ہیں کہ :-

"ایں چہ معلوم می شود آنست کہ امروز تائید ملت و اُمتِ مرحومہ در پردۂ

آں مقصد پرخیر ظہور می کند"

احمد شاہ ابدالی کو لکھتے ہیں

"دریں زماں پادشاہے کہ صاحب اقتدار و شوکت باشد ...... غیر

ملازمان آنحضرت موجود نیست، لاجرم برآں حضرت فرضِ عین است

قصد ہندوستان کردن"

شاہ صاحبؒ نے ان دونوں کے انتخاب میں بے پناہ سیاسی بصیرت کا ثبوت

دیا تھا، روہیلوں کی عسکری طاقت اور صلاحیت پر سر جدوناتھ سرکار نے

اپنی کتاب Fall of the Mughal Empire جلد اول صفحہ ۵۱-۵۳

پر بحث کی ہے نجیب الدولہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں سپاہیانہ

بہادری، سیاسی تدبر، دوربینی اور صلاحیتِ جہانبانی سب کچھ تھا۔ (جلد دوم صفحہ ۴۱۵)

بلکہ وہ سوائے احمد شاہ درّانی کے اپنے تمام معاصرین میں لاثانی تھا۔

"He had no equal in that age except Ahmad Shah Abdali (Vol. II p. 415)

شاہ صاحب کی بالغ نظری، سیاسی بصیرت اور حقائق شناسی کا

اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ انھوں نے دو ایسی عظیم المرتبت شخصیتوں

کو ایک جگہ جمع کر دیا جن کو بیسویں صدی کا ایک مشہور مورخ اٹھارویں صدی

کی سب سے زیادہ قابل شخصیتیں تصوّر کرتا ہے۔

جنگ پانی پت اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ

پانی پت کا میدانِ کارزار حقیقت میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا سجایا ہوا تھا وہ احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان مدعو کرنے پر کیوں مجبور ہوئے؟ اس کو سمجھنے کے لئے ہندوستان کے حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالنی ضروری ہے۔

نادر شاہ کے حملہ (۱۷۳۹ء) نے مغلیہ سلطنت کا سارا ڈھانچہ بے جان کر دیا تھا، مرکز سے علیحدہ صوبوں میں خود مختاریاں قائم ہو گئی تھیں۔ سعادت علی خاں نے اودھ میں، علی وردی خاں نے بنگال میں، نظام الملک نے دکن میں آزاد حکومتوں کی بنا ڈال دی تھی پنجاب میں سکھوں کا اقتدار بڑھنے لگا تھا مغربی اور جنوبی علاقوں میں مرہٹوں نے تسلط قائم کر لیا تھا۔ اور بہار، اڑیسہ بنگال کو تاخت و تاراج کر رہے تھے، دہلی میں ایرانی، تورانی نزاع پورے عروج پر تھا۔ اُمراء آپس کے عناد اور دوسرے فریق کو شکست دینے کی خاطر مرہٹوں سے امداد لیتے تھے اور اس طرح مرہٹوں کا اقتدار دہلی کے اردگرد کے علاقہ میں بھی بڑھ رہا تھا۔

۱۷۵۶ء میں ملہار راؤ ہولکر اور رگھوناتھ راؤ نے شمالی علاقہ میں مرہٹوں کا اقتدار قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا اور جاٹوں کی امداد حاصل کر کے اگست ۱۷۵۷ء کو

دہلی پر حملہ کر دیا۔ نجیب الدولہ کو مجبور ہو کر صلح کرنی پڑی، پھر مرہٹوں نے پنجاب کا رخ کیا، اور اپریل ۱۷۵۸ء میں لاہور پر قبضہ کر لیا اور آدینہ بیگ کو اپنی طرف سے پنجاب کا حاکم مقرر کیا۔ آدینہ بیگ کے مرنے پر پنجاب میں گڑبڑ شروع ہوئی تو داتاجی سندھیا ایک بڑی فوج لے کر پنجاب کی طرف بڑھا اور حالات پر قابو پاکر سباجی سندھیا کو پنجاب کا گورنر مقرر کر دیا، یہ مرہٹوں کے عروج کی انتہا تھی، اس غیر معمولی کامیابی سے مرہٹوں کے حوصلے بڑھ گئے[51] اور اب داتاجی سندھیا نے روہیلکھنڈ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ہندوستان کی تاریخ کا یہ نازک دور تھا۔ شاہانِ مغلیہ ان حالات میں بالکل بے بس تھے، امراء آپس کے جھگڑوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ شاہ صاحب نے اس موقع پر ایک طرف نجیب الدولہ کو تیار کیا کہ وہ ہمت اور جرأت سے حالات کا مقابلہ کرے دوسری طرف احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی کہ وہ ہندوستان آ کر مرہٹوں کے تسلط سے خلاصی دلائے۔ طباطبائی نے لکھا ہے۔

> "مردم از دستِ شان (مرہٹہ) بجان آمدہ برائے ناموس و آبروئے[52]
> خود در رفاہِ عالم شاہ ابدالی را بہ منت از ولایت طلب داشتہ"

نادر شاہ کے حملہ کے بعد مسلمانوں کی بیچارگی اور درماندگی کی جو حسرتناک حالت

---

۵۱ Islamic Culture, vol XI p. 502

۵۲ - سیر المتاخرین

ہوگئی تھی، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے "جوہر" کر کے یعنی آگ میں جل کر خود کو ختم کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ ؎۱

یہ تھے ہندوستان کے وہ ہوش ربا حالات جن میں شاہ صاحبؒ نے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان بلایا تھا۔ نہیں کہا جا سکتا کہ شاہ صاحبؒ اپنے مقاصد میں کہاں تک کامیاب ہوئے لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جنگ پانی پت نے ہندوستان کی تاریخ کا رخ ہمیشہ کے لئے بدل دیا۔

جنگ پانی پت اور اس کے نتائج

۱۷۵۹ء کو احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر حملہ کیا وہاں اقتدار از سر نو قائم کرنے کے بعد دہلی کا ارادہ کیا۔ تھانیسر کے مقام پر داتا جی سندھیا نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی، براری گھاٹ پر (دہلی سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر ہے) داتا جی کا خاتمہ ہوا جنکوجی سندھیا اور ملہیر راؤ ہولکر نے ابدالی فوجوں کو روکنے کی ناکام کوشش کی۔ پیشوا کو جب ان حالات کا پتہ چلا تو سداشیو راؤ بھاؤ کو جس نے حال ہی میں نظام کو شکست دی تھی اور جس کی بہادری کے افسانوں سے دکن

؎۱ ملفوظات شاہ عبدالعزیز۔

راجپوتوں کو جب شکست ہوتی تھی تو وہ اپنے مال، متاع اور اہل و عیال کو جلا کر خاک کر دیتے تھے اور یہ رسم جوہر کہلاتی تھی۔

گونج رہا تھا، ابدالی کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ بھاؤ نے ۳ر اگست ۱۷۶۰ء کی صبح کو دہلی پر قبضہ کر لیا اور شمال کی طرف بڑھنا شروع کیا، ۲۹ر اکتوبر ۱۷۶۰ء کو اس کا لشکر پانی پت کے میدان میں پہنچ گیا۔

احمد شاہ ابدالی، یکم نومبر ۱۷۶۰ء کو پانی پت کے میدان میں پہنچا اور یہاں ۲½ مہینے تک افغانوں اور مرہٹوں کی مسلسل جنگ جاری رہی۔ بالآخر ۱۴ر جنوری ۱۷۶۱ء کو مرہٹوں کو شکستِ فاش ہوئی، سداشیو راؤ بھاؤ اور پیشوا کا بیٹا وشواس راؤ میدانِ جنگ میں کام آئے اور بقول ایک مورخ کے "مرہٹوں کی طاقت چشم زدن میں کافور کی طرح اڑ گئی۔" سر جدو ناتھ سرکار نے لکھا ہے کہ مہاراشٹر میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں صفِ ماتم نہ بچھ گئی ہو، لیڈروں کی ایک پوری نسل ایک ہی معرکہ میں غائب ہو گئی۔"

اگر سلطنتِ مغلیہ میں تھوڑی سی بھی جان ہوتی تو وہ جنگ پانی پت کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر اپنے اقتدار کو ہندوستان میں پھر کچھ صدیوں کے لئے قائم کر سکتی تھی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مغلیہ سلطنت اس وقت ایک بے روح جسم کی مانند تھی۔ جنگ پانی پت کا اصلی فائدہ فاتحین جنگِ پلاسی نے اٹھایا۔

یہ سمجھ لینا غلط ہوگا کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ یا احمد شاہ ابدالی انگریزوں کے خطرہ سے بے خبر تھے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انھیں ڈر تھا کہ کہیں مغل بادشاہ کے تساہل سے انگریزوں کو اپنا اقتدار قائم کرنے کا موقع نہ مل جائے۔ جس

وقت احمد شاہ ابدالی نے حملہ کیا تھا۔ شاہ عالم ثانی بہار میں تھا، جنگ پانی پت کے بعد احمد شاہ ابدالی نے شاہ عالم کو دہلی بلانے کی بے حد کوشش کی اور اپنا آدمی بھیجا، جب نہ آیا تو احمد شاہ ابدالی نے شاہ عالم کی والدہ نواب زینت محل سے خط لکھوایا جس کا مضمون یہ تھا۔

"شاہنشاہ (احمد شاہ) قلعہ میں آ گئے ہیں آج تک کہ ۲۰ رجب ہے میں کئی مرتبہ اُن سے ملی ہوں۔ وہ تمھارے آنے کے بے حد منتظر ہیں ...... میرے بیٹے! تم یقین رکھو کہ تمہارے آنے پر سب معاملات طے ہو جائیں گے ...... تیمور شاہ نے خلوص و محبت سے مجھے تحفے بھیجے ہیں، تمہارے بدخواہ بدگمانیاں پیدا کرنے کی کوشش کرینگے تم اُن کے کہنے میں نہ آنا میرے بیٹے تم جلد آ جاؤ، اگر خدانخواستہ شاہ چلے گئے تو پھر تم نئی مصیبتوں میں پھنس جاؤ گے" لـه

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ احمد شاہ ابدالی نے انگریزوں کو بھی لکھا کہ وہ شاہ عالم کو دہلی پہنچنے کے لئے ہر قسم کی سہولت دیں، وینسی ٹارٹ احمد شاہ کو لکھتا ہے

لـه "If it should be Shahanshah's (Abdali's) pleasure, he (Shah Alam) would be escorted by some (British) troops to Delhi"

ا۔ ۲۔ Islamic Culture vol XI p 503-504

شاہِ عالم کو وہاں سے بُلانے کی کوشش اس لئے تھی کہ وہ انگریزوں کے اثر سے نکل آئے اور دہلی آکر احمد شاہ کی موجودگی میں اپنی طاقت کا استحکام کرلے!

شاہ ولی اللہؒ کی سیاسی تحریک کی اصلی نوعیت

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی سیاسی تحریک کو فرقہ وارانہ قرار دینا اُن کی اساسِ فکر کو غلط سمجھنے کے مترادف ہوگا۔ شاہ صاحب کی تحریک بہت ہمہ گیر تھی وہ ہندوستان میں رہنے والے ہر طبقہ کی فلاح وبہبود کے خواہاں تھے اور چاہتے تھے کہ عام ماحول ایسا پُرسکون اور پُرامن ہو کہ مُلک کی معاشی حالت سُدھر جائے، اور اقتصادی توازن جو مغلیہ دَور کے آخری حِصّہ میں بگڑ گیا تھا صحیح طور پر قایم ہوسکے۔ اس سلسلہ میں مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے خیالات کی تشریح کرتے ہوئے مولانا محمد سرور صاحب لکھتے ہیں ——————— "شاہ صاحب نے خوب سمجھ لیا تھا کہ شاہنشاہیت کا دَور ختم ہوچکا، اب اگر کوئی حکومت بنے گی تو اس کا اساس کوئی اور ہوگا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہؒ نے جس تحریک کی داغ بیل ڈالی وہ ہمہ گیر تحریک تھی اُن کے پیشِ نظر پورا ہندوستان تھا۔ چونکہ مرکزی ہندوستان کی قیادت اس وقت مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھی اس لیے لامحالہ شاہ صاحب نے عالم مسلمانوں سے خطاب کیا۔ لیکن شاہ صاحب کی دعوت کے اصول عام انسانیت کے اصول تھے، اُن کا زور مذہب کی رسوم پر نہیں، بلکہ مذہب کی رُوح پر تھا قانون کی ظاہری

شکل پر نہیں بلکہ قانون کی جان یعنی عدل و انصاف پر تھا چنانچہ وہ تمام مذاہب کی اصل یہ چار اصول بتاتے ہیں۔

اوّل۔ خدا پرستی

دوّم۔ عدل و انصاف

سوّم۔ صحت و صفائی

چہارم۔ تربیتِ نفس

اُن کے نزدیک ہر مذہب کا فرض یہ ہے کہ ان چار مقاصد تک انسانوں کی رہنمائی کرے، گو مذاہب کے طریقے الگ الگ ہیں لیکن ہر مذہب کی کوشش یہی ہونی چاہیئے۔ اس کے علاوہ شاہ صاحب نے سیاسی عدم مساوات کی بھی بڑی خرابیاں گنائی ہیں، اور شہنشاہیت اور اُس سے پیدا ہونے والے مفاسد کو تفصیل سے بیان کیا ہے...... شاہ صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قیصر و کسریٰ نے متمدن دُنیا کو مصیبت میں مبتلا کر رکھا تھا، اور قدرتِ الٰہی مجبور ہوئی تھی کہ اسلام کے ذریعہ اس روگی نظام کو ختم کر دے، اسی طرح آج کی حکمراں سوسائٹی بھی ان اجتماعی بیماریوں سے کھوکھلی ہو چکی ہے، اور ظاہر ہے کہ اس کا مٹنا بھی اب یقینی نظر آتا ہے۔ الغرض مرہٹوں، جاٹوں، سکھوں اور اس عہد کی دوسری چھوٹی چھوٹی تحریکیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہوں گی لیکن اُن میں سے کسی تحریک میں اتنی وسعت اور ہمہ گیری نہ تھی کہ وہ ہندوستان

کی مرکزیت اور وحدت کو بحال رکھ سکنے کی تدبیر سوچتی، شاہ صاحب اپنے مجوزہ نظام میں اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب کے زمانہ کی مرکزیت، اور سلطنتِ ہند کے اقتدارِ اعلیٰ کو بحال دیکھنا چاہتے تھے، لیکن اس طرح سے کہ مطلق العنان بادشاہوں کے بجائے انصاف کی حکومت ہو۔

"اب اگر کہا جائے کہ اگر شاہ ولی اللہ کے فکر کا دامن اتنا وسیع تھا اور اُن کے اجتماعی اور سیاسی نظام میں سارے انسانوں کو بلا تفریقِ مذہب و ملت ایک سے سلوک کا مستحق سمجھا جاتا تھا تو پھر شاہ ولی اللہ رح کی تحریک نے فرقہ وارانہ حیثیت کیوں اختیار کی۔ بات یہ ہے کہ پنجاب میں سکھوں نے صرف مغلیہ حکومت سے جنگ شروع نہیں کی تھی بلکہ وہ کل مسلمانوں کے خلاف ہو گئے تھے، اس طرح مرہٹوں نے بادشاہی نظام کے اہل کاروں کو قتل نہیں کیا بلکہ عام مسلمان اُن کے مظالم کا نشانہ بنے۔ ان حالات میں مسلمانوں کیلئے اسکے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ خود اپنی حفاظت کرتے قوموں اور جماعتوں کی زندگی میں یہ منزل ایسی نازک ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ ع ایسے صلح کل اور سرتاپا مہر و محبت پیغمبر بھی اپنے حواریوں کو تلوار سنبھالنے کا مشورہ دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح کی جماعت کا مرہٹوں اور سکھوں کے خلاف معرکہ آرا ہونا نتیجہ تھا اُن خاص حالات کا جن سے اس وقت مسلمانوں کو پالا پڑا۔ جہاں تک اصل حقیقت کا تعلق ہے شاہ ولی اللہ رح کی جماعت مغلوں کے تاج و تخت کے لیے نہیں لڑی تھی وہ تو اُن عام انسانی اصولوں کو جن پر اُن کے تاج کی بنیاد تھی زندہ

کرنا چاہئے تھے یہی وہ اصول تھے جن کے ذریعہ ہمارے خیال میں ہندوستان نیا جنم لے سکتا تھا۔ بہرحال انگریزی تسلط نے نہ تو سکھوں کو چھوڑا اور نہ مرہٹوں کا راج رہا۔ زمانہ بدل گیا اور زمانہ کے ساتھ ہندوستان کے حالات بھی بدل گئے، جب دشمنیوں کے اسباب نہ رہے تو اب پرانی دشمنیاں بھی بے معنی ہیں "۔ [1]

مکتوبات پر ایک نظر

پیشِ نظر مکتوبات شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے مکتوبات کے ایک ایسے نادر مجموعے سے منتخب کئے گئے ہیں جو اُن کے عزیز شاگرد شیخ محمد عاشق پھلتی اور اُن کے صاحبزادے شیخ عبدالرحمٰن کا مرتب کیا ہوا ہے، یہ مجموعہ دو جلدوں پر مشتمل ہے، پہلی جلد میں ۲۰۱ مکتوبات ہیں، دوسری جلد ۷۷ مکتوبات پر مشتمل ہے، پہلی جلد شیخ عبدالرحمٰن نے مرتب کی تھی، جوانی میں اُن کا انتقال ہوگیا، اُن کے والد ماجد شیخ محمد عاشق پھلتی نے اس کام کو جاری رکھا، اور دوسری جلد میں ۷۷ مکتوبات جمع کردیئے، دیباچہ میں خود فرماتے ہیں۔

اما بعد! فقیر کثیر التقصیر احقر عباد اللہ الخالق محمد عاشق واضح می نماید

کہ ولدی مرحوم عبدالرحمٰن غفرہ اللہ اشارۃ و ادخلہ دار الجنان بجمع

---

[1] شاہ ولی اللہ اور اُن کی سیاسی تحریک۔ ص ۲۶-۲۹

تالیف مکتوباتِ مبارکات حضرت مرشد الانام قطب العصر فرد الزمان
حضرت شیخ ولی اللہ مد اللہ ظلہ العالی فی الدوران احرازِ سعادت در
جہانی می کرد چوں تحریر بہ مکتوب اثنین وثمانین بعد المائتین رسید در
سنہ یک ہزار و یک صد و شصت وہشت داعی اجل را لبیک گفتہ
سفر آخرت گزید رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً واعطاہ کرامۃً سابغۃ۔ پس ایں فقیر
آں جلد ہماں مکتوب تمام کردہ جلد ثانی شروع نمود حسبی اللہ و
نعم الوکیل وفی کل الامور علیہ التوکل والتفویض

شاہ صاحب کے ان ۳۵۰ خطوط میں سے ۲۶ سیاسی مکتوبات منتخب کر کے پیش کیے جا رہے ہیں، میں اپنے ماموں جناب مولوی نسیم احمد صاحب فریدی امروہوی کا ممنون ہوں جنھوں نے یہ مکتوبات مجھے عنایت فرمائے اور اُن کی تصحیح میں میری امداد و اعانت فرمائی۔ ان مکتوبات میں پہلا خط مغل بادشاہ اور وزراء کے نام ہے۔ اس میں شاہ صاحبؒ نے سیاسی زوال اور انتشار کے اسباب پر بصیرت افروز گفتگو کی ہے اور مُلک کے "اقتدارِ اعلیٰ" کو بتایا ہے کہ کس طرح حالات کی درُستگی کی کوشش بارآور ہو سکتی ہے، فرماتے ہیں کہ۔ "خالصہ کا علاقہ بڑھایا جائے تاکہ بادشاہ کو صوبہ داروں اور جاگیرداروں کی اقتصادی غلامی سے نجات ملے، جاگیریں عطا کرنے میں احتیاط اور دور بینی سے کام لیا جائے چھوٹی چھوٹی جاگیریں، سیاسی اور اقتصادی انتشار کا سبب بن جاتی ہیں۔

چھوٹے جاگیردار اپنی جاگیروں پر پوری طرح قابو نہیں پاتے مجبور رہو کر ٹھیکہ دے دیتے ہیں، اس طرح اگر ایک طرف بدنظمی میں اضافہ ہوتا ہے تو دوسری جانب کاشتکاروں پر مظالم ہوتے ہیں، ضروری ہے کہ جاگیر صرف بڑے بڑے امیروں کو دی جائے تا کہ وہ اپنی طاقت اور شوکت کے ذریعہ اپنے علاقوں کو قابو میں رکھ سکیں، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے بلا استثنا جاگیرداری کی مخالفت کیوں نہیں کی۔ اس سلسلہ میں دو باتیں قابلِ لحاظ ہیں:

(۱) قرونِ وسطیٰ کے سیاسی نظام اور حالات میں جاگیرداری ایک حد تک ضروری تھی، اور اس کو اُس وقت تک قطعی نہیں مٹایا جا سکتا تھا جب تک پورے سیاسی نظام کی بنیادیں نہ تبدیل کر دی جائیں، سیاسی نظام کی بنیادیں تبدیل کرنا اُن فرمانرواؤں کے بس کی بات نہ تھی، چنانچہ شاہ صاحبؒ نے ایسی انقلابی تجویز اُن کے سامنے پیش کرنی لا یعنی خیال کی جو اُن کے امکان سے باہر ہو۔

(۲) اس وقت مُلک کا عام سیاسی ماحول حد درجہ خراب تھا، بدنظمی اور انتشار نے حالات کو حد درجہ بگاڑ دیا تھا، اگر جاگیرداری کو بالکل ہی ختم کیا جاتا تو جاگیرداروں کا ایک بڑا طبقہ بغاوت پر آمادہ ہو جاتا اور اس طرح بدنظمی اور بڑھ جاتی، شاہ صاحبؒ نے پوری حقیقت بینی کا ثبوت دے کر صرف اُن خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش فرمائی ہے جن کی موجودگی میں حکومت کی مشینری

بالکل حرکت ہی نہیں کر سکتی تھی۔

علاوہ ازیں اسی مکتوب میں شاہ صاحبؒ نے غدار لوگوں کو سزا دینے اور فوجوں کو صحیح اصولوں پر منظم کرنے کی ہدایت فرمائی ہے، انھوں نے بادشاہ کو خاص طور سے اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ سپاہیوں کی تنخواہیں وقت پر دی جائیں، اور ان میں نظم و ضبط کا اعلیٰ معیار قائم رکھنے کی سعی کی جائے بمفروض سپاہی فوج کے لئے لعنت، اور قوم کے لئے ایک بوجھ ہے وہ اس وقت تک اپنی خدمات بجا طور پر انجام نہیں دے سکتا جب تک کہ اس کو مستقل "اقتصادی طمانیت" حاصل نہ ہو۔

آخر میں شاہ صاحبؒ نے بادشاہ اور وزراء کو متنبہ کیا ہے کہ غفلت اور سستی سے حالات خراب سے خراب تر ہو جائیں گے، انھیں چاہیئے کہ عیش و نشاط کو ختم کریں اور ہمت و جرأت کے ساتھ بقائے سلطنت کے لئے کوشاں ہوں، ایسی صورت میں تائید الٰہی بھی ان کو حاصل ہوگی اور فتح و نصرت ان کے ہم رکاب ہوگی۔

اس مجموعے کا دوسرا خط احمد شاہ ابدالی کے نام ہے، یہ خط شاہ صاحبؒ کے ادیبانہ کمال، تاریخ دانی اور سیاسی بصیرت کا شاہکار ہے، شروع میں ہندوستان کے تاریخی واقعات مختصراً اس طرح بیان کئے ہیں کہ ان کو سمجھ لینے کے بعد ملک کی سیاسی نبض شناسی کا کام ایک غیر ملکی کے لئے بھی آسان ہو جاتا ہے فتنہ اور فساد کے زمانہ میں انتشار کے حقیقی اسباب کا تجزیہ بہت مشکل کام ہے، عموماً انسان کی نظر ظاہری حالات سے اس درجہ متاثر ہو جاتی ہے کہ اصلی سبب تک پہنچنے نہیں

ناکام رہتی ہے لیکن شاہ صاحبؒ نے سیاسی انتشار اور زوال کے اسباب کو حیرت انگیز سیاسی بصیرت کے ساتھ سمجھا اور سمجھایا ہے، راجپوتوں اور مرہٹوں، اور جاٹوں وغیرہ کے تاریخی حالات بتائے ہیں اُن کی اصلی قوت کا اندازہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح حالات پر قابو پایا جاسکتا ہے، چوتھ کی نوعیت بتائی ہے اور مرہٹوں کے با اقتدار ہو جانے کے اسباب پر مورخانہ نظر ڈالی ہے۔

نظام الملک کے مرہٹوں اور انگریزوں سے تعلقات پر اشارہ کرتے ہوئے دکن کے سیاسی حالات کو بیان کیا ہے، پھر بتایا ہے کہ مرہٹے ظاہر میں کثیر تعداد میں معلوم ہوتے ہیں حقیقت میں وہ قلیل ہیں، اُن کے ساتھ جو لوگ شریک ہوجاتے ہیں، اُن کی تعداد دیکھ کر یہ غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے کہ خود اُن کی تعداد بہت زبردست ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر اُن کے ایک دستہ کو شکست دی جائے تو ساری جماعت میں انتشار پیدا ہو جائے۔ فرماتے ہیں۔

"در اصل قوم مرہٹہ قلیل اند دلمحق بایں طائفہ کثیر، در برہم زدن یک صف جماعہ کہ ملحق بہ ایشاں اند ازہم می پاشند و اصل قوم مرہٹہ بہ ہمیں شکست ضعیف می شود"

پھر فرماتے ہیں کہ جاٹوں کی طرف بھی توجہ ضروری ہے دہلی اور اکبر آباد کے درمیان اُن لوگوں کی "گڑھیاں" ہیں۔ مرکزی علاقہ کے قلب و جگر میں ایسی مخالف طاقتوں کا وجود سیاسی اعتبار سے سخت خطرناک ہے، شاہانِ مغلیہ نے

اکبر آباد اور دہلی کو "بہ منزلہ دو حویلی" اس لئے رکھا تھا تاکہ جاٹ اور راجپوت دونوں اُن کی شوکت و سطوت سے مرعوب رہیں، دہلی کا اثر سہرند وغیرہ پر پڑے اور اکبر آباد سے راجپوتانہ متاثر ہو یا شاہ صاحبؒ نے یہاں دی Geo-Politics کا ایک دلچسپ راز بیان کر دیا ہے۔

اس کے بعد جاٹوں کی طاقت کی اصلیت اور نوعیت واضح کرتے ہیں، اور اُن کی جمعیت کو منتشر کرنے اور طاقت کو توڑنے کا طریقہ بتلاتے ہیں، لکھتے ہیں کہ جاٹوں کے قبضہ میں جو علاقے ہیں وہ اُن کے اپنے نہیں ہیں، اُنھوں نے دوسروں سے غصب کئے ہیں، اُن علاقوں کے اصلی مالک ابھی موجود ہیں، اگر کوئی اُن مالکوں کو مدد دیدے تو وہ خود جاٹوں کو اُن کے مقبوضہ علاقوں سے نکال کر پھینک دیں اور اس طرح یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے۔

جاٹوں اور مرہٹوں کی حالت بیان فرمانے کے بعد شاہ صاحبؒ نے اُمراء اور وزراء کی سازشوں اور غداریوں کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک غیر مُلکی جو مُلک کے حالات سے پوری طرح واقفیت نہیں رکھتا اُمراء پر بلا سوچے اعتماد کرے اور پھر اُن کی غداری سے حالات اور زیادہ ناگفتہ بہ ہو جائیں۔

ان سب حالات کو بتا دینے کے بعد شاہ صاحبؒ نے اقتصادی تفصیلات بیان فرمائی ہیں، لکھتے ہیں کہ "ہندوستان کے محصولات ۷، ۸ کروڑ سے کم نہیں۔ لیکن اُن کو حصول کرنے کے لئے غلبہ اور شوکت کی ضرورت ہے، اس کے بغیر

ایک کوڑی بھی حاصل نہیں کی جا سکتی، جس علاقہ پر جاٹوں کا تصرف ہے اُس کے محاصل ایک کروڑ سے کم نہیں، راجپوتانہ کا خراج ۲ کروڑ رہے، بنگال سے ایک کروڑ روپیہ سالانہ وصول ہوتا تھا۔ پھر اودھ کے حالات بیان کئے ہیں اور بتایا ہے کہ صفدر جنگ کی اقتصادی حالت ہی نے اُس کو بادشاہ کے خلاف علمِ بغاوت اُٹھانے کی ہمّت دلائی تھی، ۲ کروڑ روپیہ اودھ کے محاصل تھے صفدر جنگ ایک کروڑ روپیہ صرف کرتا تھا اور ایک کروڑ جمع کرتا تھا، اس "اقتصادی فراغت" نے بغاوت کی راہیں دکھادیں۔

سلطنتِ مغلیہ کی اقتصادی بربادی کا ذکر کرتے ہوئے شاہی ملازمین کی زیادتی، جاگیرداروں کی کثرت اور خزانہ کی قلّت کے اثرات بیان کرتے ہیں، اور پھر بتاتے ہیں کہ ان سب باتوں نے سوداگروں اور صنعت پیشہ لوگوں کو تباہ کردیا ہے اور وہ

"با نواع ظلم و ضیقِ معیشت گرفتار شدہ اند"

شاہ صاحب رح کو جس طبقہ کی تباہی اور بربادی کا سب سے زیادہ خیال تھا وہ سوداگروں اور اہلِ حرفت ہی کا تھا وہ اس طبقہ کو مُلک کی اقتصادیات کا مرکزی نقطہ سمجھتے تھے، ملک کی عام اقتصادی حالت پر اُن کے خیالات اور بنیادی تصورات پر مجموعی حیثیت سے اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ اس طبقہ کی بربادی کو مُلک کی بربادی سے تعبیر کرتے تھے۔

غرض اس طرح مُلک کے سیاسی، اور اقتصادی حالات بیان کرنے کے بعد

شاہ صاحبؒ نے مسلمانوں کی غربت اور کس مپرسی پر نہایت غمگین لہجہ میں گفتگو کی ہے اور بتایا ہے کہ افلاس اور تباہی نے اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ:

"دریں زمانہ پادشاہے کہ صاحبِ اقتدار و شوکت باشد و قادر بر شکستِ لشکر کفار و دور اندیش، جنگ آزما، غیر ملازماں آنحضرت موجود نیست لاجرم بر آں حضرت فرض عین است قصدِ ہندوستان کردن و تسلط کفار ہنود برہم زدن و ضعفائے مسلمین را کہ در دست کفار اسیر اند، خلاص فرمودن"

اس خط کے نتیجہ میں پانی پت کا میدانِ کارزار سجا، اس جنگ کی تاریخی اہمیت سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے لیکن یہ حقیقت بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ مدرسہ رحیمیہ کا ایک مدرس اس تاریخی جنگ کے نقشے تیار کر رہا تھا۔ اس خط کے مطالعہ کے بعد شاہ صاحبؒ کی سیاسی خدمات کا ایک اہم پہلو روشن ہو جاتا ہے۔

احمد شاہ ابدالی کے خط کے بعد نجیب الدولہ کے نام سات خطوط ہیں۔

ان مکتوبات سے اگر ایک طرف شاہ صاحبؒ اور روہیلہ سردار نجیب الدولہ کے باہمی تعلقات پر روشنی پڑتی ہے تو دوسری طرف یہ چیز بھی پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ شاہ صاحب کس طرح اس زمانہ کے حالات کا مطالعہ کر رہے تھے، اور کس جذب و انہماک کے ساتھ سیاسی انتشار اور بد نظمی کو دور کرنے کے لئے کوشاں تھے۔ وہ "راس المجاہدین"۔ "امیر الخزاۃ"، "رئیس المجاہدین" کے خطاب سے

مخاطب کر کر اُس کے مذہبی جذبہ کو متاثر کرتے تھے، اور کامیابی کی بشارتیں دے دے کر اُس کی ہمت اور جرأت کو بڑھاتے تھے ۔ ایک خط میں لکھتے ہیں ۔

"در پردۂ غیب بر انداختن این دو فرقہ ضالہ یعنی مرہٹہ و جٹ مصمم شدہ است"

پھر فرماتے ہیں جوں ہی تم کمرِ ہمت باندھو گے اُن کا طلسم پارہ پارہ ہو جائے گا۔ بعض خطوط کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو ابدالی فوجوں کی نقل و حرکت کا بھی علم رہتا تھا اور حالات و ضروریات کو بلحاظ رکھ کر وہ لوگوں کو ہدایات دیتے رہتے تھے ۔ نجیب الدولہ بھی شاہ صاحب سے مشورہ لیتا تھا اور مشکلات میں اُن سے رجوع کرتا تھا ، ایک خط میں لکھتے ہیں کہ جب جنگ کے لئے گھر سے روانہ ہو تو فقیر کو اطلاع دے دیتا تاکہ وہ خدا کے بتاتے ہوئے طریقہ کے مطابق دُعا کرتا رہے ۔

جب صفدر جنگ نے جاٹوں سے ساز باز کر لیا تو نجیب الدولہ نے گھبرا کر شاہ صاحب کو خط لکھا جواب میں ارشاد فرمایا کہ عزیز من ! جاٹوں کی شکست عالم بالا میں طے ہو چکی ہے ، تمھیں بالکل گھبرانا نہ چاہیئے ، اگر مسلمانوں کی ایک جماعت اُن کی شریک ہو گئی ہے تو نا امیدی کی کوئی وجہ نہیں ۔

"خدا تعالیٰ دستِ آں جماعۂ مسلمین بند خواہد کرد ، قتال نخواہند کرد"

نجیب الدولہ کے بعدہ خطوط شیخ محمد عاشق پھلتی رحؒ کے نام ہیں۔ ان مکتوبات میں شاہ صاحب نے بادشاہ سے اپنی ملاقات کا حال لکھا ہے ملک کے عام حالات پر جگہ جگہ تشویش اور پریشانی کا اظہار کیا ہے۔ ابدالی کے حملوں کی اطلاعیں ان خطوط میں اکثر جگہ ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے پھلت اور بڈھانہ کی سلامتی اور فوجوں کی پامالی سے بچنے کے لئے بہت ہی خلوص سے دعائیں مانگی ہیں، آنے والے حوادث سے اکثر موقعوں پر آگاہ کیا ہے۔ ایک مرتبہ رمضان کے موقع پر پھلت میں اعتکاف کے لئے شیخ محمد عاشقؒ نے لکھا تو شاہ صاحبؒ نے جواب دیا۔

"دریں حالت خانہ راگذاشتن . . . . از آداب مصالح ظاہر دور می نماید"

آخر میں متفرق خطوط ہیں جو سید احمد روہیلہ، آصف جاہ ثانی، محمد خاں بلوچ نواب مجد الدولہ، نواب عبد اللہ خاں کشمیری اور حافظ جار اللہ کے نام لکھے گئے ہیں، ان خطوط کا مقصد ملک کے مختلف سیاسی لیڈروں کو اپنا ہم خیال بنا کر حالات کی درستگی کے لئے تیار کرنا ہے ؂

گوئے توفیق وکرامت درمیاں افگندہ اند

کس بمیداں نمی آید سواراں را چہ شد

کہہ کہہ کر عمل کی ترغیب دیتے ہیں، وزیر الممالک آصف جاہ کو لکھتے ہیں کہ آں عزیز القدر کا ہندوستان میں کافی اقتدار رہا ہے، ہم فقیر اس بات کے امیدوار

ہیں کہ آں عزیز "رفع مظالم" اور "تغیر رسومِ بد" کے لیے کوشاں ہوں۔

شاہ صاحبؒ کے یہ مکتوبات ادبی حیثیت سے بھی بہت اعلیٰ ہیں۔ انھوں نے صاف لیکن بامحاورہ اور پُرزور زبان میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ اپنے مدعا کو بیان کیا ہے۔ عبارت کی شگفتگی زور اور قدرت حیرت انگیز ہے۔ شاہ صاحب نے ایسے مدلل انداز میں گفتگو کی ہے کہ ناممکن ہے کہ پڑھنے والا اُن سے متاثر نہ ہو اور اُن کے نقطۂ خیال سے ہمنوائی نہ کرے۔

جامع مکتوبات

شیخ عبدالرحمٰن بن شیخ محمد عاشق پھلتی کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی حیات ہی میں شیخ کے مکتوبات کے جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ انھوں نے ۱۰۲ مکتوبات جمع کر لئے۔ شیخ محمد عاشق حضرت شیخ کے عزیز ترین مرید تھے اس لئے شیخ عبدالرحمٰن کو اُن خطوط کے حاصل کرنے کے بہترین مواقع حاصل تھے ۱۱۶۷ھ میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تعزیت کا خط لکھا۔

خبر وحشت اثر رسید۔ ندانم کہ در برابر آں چہ نویسم زیرا کہ حادثہ واقع شدہ است کہ در عالم بشریہ حادثہ شدید تر ازاں نمی باشد۔

شیخ محمد عاشق نے اسی تعزیت نامہ کو دوسری جلد کا پہلا خط بنا کر اپنے مرحوم بیٹے کے عظیم الشان کام کی تکمیل کی کوشش کی ۵

۵۔ حاشیہ صفحہ ۳۵ پر ملاحظہ فرمایئے۔

شیخ محمد عاشق کو شاہ ولی اللہؒ سے وہی نسبت ہے جو مولانا حسام الدین کو اپنے مرشد مولانا جلال الدین رومیؒ سے، اگر مولانا حسام الدین کا اصرار مثنوی لکھنے کا باعث ہوا تو شیخ محمد عاشق کے پیہم تقاضہ نے شاہ صاحبؒ سے حجۃ اللہ البالغہ جیسی عظیم الشان کتاب لکھوائی، خود شاہ صاحبؒ تفہیمات الٰہیہ میں فرماتے ہیں۔

هُو بحمد اللّٰہ نضیجی دوعاء علمی وحافظ اسراری و ناظر کتبی بل هُو کان الباعث علی تسوید کثیر منها والمباشر لتبییضه واظن ان علومی تبقی فی الناس من جهته (تفہیمات ص ۲۵)

وہ سراپا میری نصیحت اور میرے علم کا خزانہ ہیں میرے اسرار و معارف کی نگہداشت اور میری کتابوں میں غور و فکر اُن کا مشغلہ ہے بلکہ میری اکثر کتابیں اُن ہی کی تحریک سے لکھی گئی ہیں اور انھوں نے اُن کی تبییض کی ہے اور مجھے توقع ہے کہ لوگوں میں میرے علوم اُن ہی کے ذریعہ سے محفوظ رہیں گے۔

---

[1] ان ۲۶ سیاسی مکتوبات کے علاوہ (جو اس وقت پیش کئے جا رہے ہیں) بقیہ مذہبی مکتوبات جناب ماموں مولوی نسیم احمد صاحب قبلہ فریدی مرتب فرما رہے ہیں، وہ مجموعہ بھی "سلسلہ تصانیف مشائخ" کی جانب سے عنقریب شائع ہوگا۔

ایک موقع پر شاہ صاحبؒ نے اپنے اس عزیز شاگرد کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔

ھٰذا امرٌ منکم بدءٌ و الیکم یعود، و تلک کلمۃٌ کنتم احق بھا و اھلھا وحق الرّب المعبود،

(مقدمہ خیر کثیر صفہ ۱۶)

(میرے علمی افادات کے) اس سلسلہ کا آغاز بھی تم ہی سے ہوا اور تم ہی پر اس کا انجام بھی ہوگا اور ربِ معبود کی قسم کہ تم ہی ان "معارف" کے سب سے زیادہ مستحق اور اہل ہو۔)

شیخ محمد عاشق، شاہ ولی اللہ کے ماموں شیخ عبید اللہ کے لڑکے تھے پھلت ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے، اپنے زمانہ کے جید عالم تھے اور ایک ایسے گھرانے کے چشم و چراغ تھے جو عرصہ سے سلوک و احسان میں ممتاز رہا تھا، شاہ صاحبؒ کی صحبت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور اُن کی فطری صلاحیتیں پوری طرح اجاگر ہوگئیں، اُنھوں نے اپنے اُستاد کے افکارِ علمی کو اس طرح سے جذب کیا کہ شاہ صاحب سے پوری ذہنی ہم آہنگی پیدا ہوگئی اور اُن کی زبان کو حکمتِ ولی اللّٰہی کے اسرار بیان کرنے میں کمال حاصل ہوگیا۔

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استادِ ازل گفت ہماں می گویم

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اُن کے سامنے زانوئے ادب طے کیا اور اپنے باپ کے معارف کو اُن کے شاگرد کی زبانی حاصل کیا اور سمجھا!

شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ "لوگوں میں میرے علوم اُن ہی کے ذریعہ سے محفوظ رہیں گے"۔ عجیب اتفاق ہے کہ مکتوبات کا یہ بیش بہا ذخیرہ بھی اُن ہی کے ذریعہ محفوظ ہوا۔!

خلیق احمد نظامی
لکچرار شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مکتوباتِ فارسی

مکتوبِ اوّل

به جانب بادشاہ و وزیر و اُمراء

الحمد للّٰہ وحدہٗ والصّلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اَجمعین۔ اما بعد۔ این کلمہ چند است کہ باعث بر تحریر آں نصیحت وخیرخواہی بادشاہِ اسلام ایدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہٖ ووفقہ لما یُحِبُّ ویَرضیٰ وخیرخواہی اُمرائِ کبار وجمہور مسلمین احسن اللّٰہ تعالیٰ الیہم شدہ است، کما قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ والتسلیم الدین النصیحۃ[۱] امیدواری از فضلِ باری آں ست کہ اگر موجب این کلمات عمل کنند تقویتِ اُمورِ سلطنت وبقائے دولت ورفع منزلت بظہور می رسد۔ سہ فرد

درپسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند

انچہ اُستادِ ازل گفت ہماں می گویم

کلمۂ اوّل۔ اصل اصول اکہ صلاحِ دولت ورونقِ ملت ہماں نو اند

بود آن ست کہ الحال برائے رضائے خدائے تعالیٰ و برائے حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم لازم گردانند کہ چون فتح میسّر می شود و عدو مخذول، اوّل
چیزے کہ بقصدِ موکد امضائے آں کنند جہادِ بلاد جاٹ[۵۲] و فتح قلاع وے
باشد۔ دریں کار فائدہ است دینی و دنیوی۔ ازاں جملہ سرزنش ملاعین
تابعد ازیں زمیندارے ایں قسم شوخی و بیباکی نہ اندیشد۔

کلمۂ دویم۔ آنکہ خالصہ[۵۳] را کشادہ تر باید ساخت، خصوصًا انچہ گردا
گردِ شاہ جہان آباد است تا اکبر آباد و تا حصار و تا دریائے گنگ
تا حد حدود سہرند، ہمہ اش یا اکثرش خالصہ شریفہ باشد کہ موجب ضعف
امورِ سلطنت کمی خالصہ و قلّت خزانہ است

کلمۂ سوم آنکہ جاگیر دادن[۵۴] مخصوص بامرائے کبار باشد بمنصب داران[۵۵]
ریزہ را نقد باید داد، چنانکہ در عصر شاہ جہان پادشاہ مقرر بود۔ زیرا کہ
منصب دارانِ ریزہ بر جاگیرات عمل نمی یابند و محتاج اجارہ می باشند۔ و
در اکثر حال مفلس و بے خبر می شوند و تن بہ کارہائے بادشاہی نمی دہند۔

کلمۂ چہارم۔ آنکہ جمعے کہ دریں فتنہ با غنیم رفیق شدند، لازم و واجب
است کہ ایشاں را بے جاگیر و منصب و بے خدمت سازند، تا گوشمالی باشد
و دیگراں در مثل این حادثہ از جادۂ حق نمک[۵۶] نہ گذرند

کلمۂ پنجم[۵۷]۔ آن کہ ترتیبِ افواج بادشاہی بہ اسلوب شائستہ باید کرد

داین ترتیب سه وجه تواند بود۔ یکے آن که داروغه ها متصف به صفت باشند۔ برائے ایشان منصوب باید ساخت۔ اوّل آنکه نجیب باشد، دوم آنکه شجاع و شفیق بر همراهیان خود باشد۔ سوم آن که خیرخواه بادشاه از ته دل باشد۔ دوم آنکه (از ایشاں که) درین فتنه بےحمیتی و حرام نمکی روئے داده آنها معزول ساخته گروهے که درین ایام مصدر تردد شده اند، داخل رساله ها باید نمود۔ سوم آنکه مواجب ایشان بغیر تعویق به ایشان رسیده باشد، زیرا که درصورتِ تعویق محتاج به قرض سودی می شوند واکثر مالِ ایشان ضائع می شود واکثر مالِ ایشان ضائع می شود وبےخبر باشند۔

کلمه ششم۔ آنکه رسم اجاره از خالصه باید برانداخت۔ امین متدیّن کارشناس را در هر محلے نصب می باید نمود۔ در اجاره دادن ملک خراب شود و رعیت پائمال و بدحال۔

کلمه هفتم آنکه قاضی و محتسب جمعے را باید ساخت که متهم به رشوت نباشد و متدیّن و مذهب اهلِ سنت و جماعت داشته باشد [۵]

کلمه نهم آنکه بائمه مساجد روزمره معهود بروجه نیک می داده باشند وتاکید حضور جماعت و منع از هتک حرمتِ رمضان وغیر آن بوجه بلیغ کرده شود

کلمهٔ دهم۔ آنکه بادشاهِ اسلام و اُمرائے کبار به عیش حرام مشغول نشوند، از گذشته توبهٔ نصوح بجا آرند، و آئنده اجتناب نمائند، بالفعل اگر

۵۔ کلمهٔ هشتم..........

این ده کلمه عمل نمایند امیدست که بقائے سلطنت و تائید غیب و نصرتِ الٰہی نصیب گردد و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب

مکتوب دویم

بنام شاہے ۹؎

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی رسولہ شفیع المذنبین یوم الدین والہٖ واصحابہٖ اجمعین ۔ اما بعد! این کلمہ چند است کہ جمیعتِ اسلام حامل بر عرضِ آنہا شدہ، حق عز و علا آں را بر سامع علیہ برساناد، وجود پادشاہانِ اسلام نعمتے است بغایت عظیم ..... باید دانست کہ ولایت ہندوستان ملکے ست وسیع و اوائل ملوکِ اسلام در مدت بسیار بہ مجاہدہ بے شمار بہ دفعاتِ ایں ولایت را مسخر ساختہ اند سوائے دہلی کہ جائے نشستِ پادشاہانِ صاحب اقتدار بودہ است در ہر ناحیہ فرمانروائے علاحدہ بود، مثل گجرات، احمد آباد کہ تعلق بہ والیِ جداگانہ داشت، و ملتان را بادشاہے دیگر و بنگالہ در تحت و تصرف ملکے دیگر، و اودھ محل سلطنت شخصے دیگر کہ او را سلطان الشرق می گفتہ اند و ملک دکھن عبارت از پنج سلطنت است برہان پور، و برار، و اورنگ آباد

وبیجاپور که در ہر ولایتے ازین ہا بادشاہے مستقل بوده است ودر مالوه حاکمے جدا فرمان روا، ہر یکے ازین مواضع که نام کرده شد، پادشاہے علیحده صاحبِ فوجے وصاحب خزانه می داشت - وہر کدامے در مملکت خود مسجد ہا بنا نموده ومدرسه ہا ساخته ومسلمانان از اطرافِ عرب وعجم انتقال نموده درین مواضع مروّج اسلام شدند وتاحال اولادِ ہماں مردم بر طورِ اسلام قائم اند - وملک دیگر است که ہیچگاه محلِ نشست پادشاہے از پادشاہانِ اسلام نشد وبر کفر صرف باقی مانده، الّا آنکه پادشاہان از آنچه که نزدیک حدودِ ایشاں بود باج می گرفتند، وآں ملک راجپوتانه است طول او از حدودِ تہتہ گرفته تا حدودِ بنگاله وبہار قریب چہل منزل وعرضِ او از نزدیک دہلی واکبرآباد تا حد گجرات واُجین بیست منزل، این ہمه ملکے با وسعت است که گاہے نشست گاه ملوکِ اسلامیه نشد - خصه کوتاه پادشاہانِ تیموریه ہمه این را بجانبِ خود منسوب ساخته اند باقومِ راجپوت معاہدت ومناسبت به میان آورده اند وآں جماعه را نوکرِ خود نامیده از شرآن ہا مامون شدند - ودست از جہادِ مطلق باز داشتند، واقفانِ فنِ تاریخ تمام این ماجرا مفصل بعرض خواہند رسید[۹]

بالجمله مرہٹه نامی قومے از کفاره که .... رئیسے دارند، در اقصائے دکن از چندگاه سر بر آوردند وجمیع ولایتِ ہندوستان را احاطه

کرده اند. متاخران ملوک تیموریه از جهت عدم دوراندیشی وکثرت غفلت
واختلاف فکر بدست خود ملک گجرات به مرهٹه دادند[۱۱] باز به همان سست اندیشی
واسباب غفلت مالوه به آنها سپردند[۱۲] ونام صوبه داری آنجا نهادند، رفته رفته
قوم مرهٹه قوی تر شدند واکثر بلاد اسلام را متصرف گشتند[۱۳] واز مسلمانان وهنود
باج گرفتند وآن را چوتھ نام نهادند[۱۴] یعنی ربع حاصل، الا دهلی ونواحی وے
چون روساے این شهر اولاد پادشاهان قدیم اند ووزراے وامراء اولاد
امراے قدیم، لابد مرهٹه با ایشان نوعے از مروت بکار برده عهود درمیان
آوردند وسلسلۂ سلوک از طرفین جنبانیده از انواع تملق مستامن کرده گذاشتند
والا دکھن که اولاد نظام الملک مرحوم ...... گاهے بانواع حیل میان
قوم مرهٹه جنگ انداخته وگاهے فرنگیان را با خود رفیق گرفته، شهرهاے
عظیم را مثل برهانپور واورنگ آباد وبیجاپور متصرف ماندند، واطراف و
نواحی را به مرهٹه گذاشتند، غیر این دو موضع خالص، تصرف مرهٹه است. بالجمله
بر انداختن قوم مرهٹه آسان کاریست. اگر غازیان اسلام کمر همت بربندند
ده صف آنها بشکنند. در اصل قوم مرهٹه قلیل اند وملحق به این طائفه کثیر
در برهم زدن یک صف جماعه که ملحق به ایشان اند از هم می پاشند واصل قوم مرهٹه
به همین شکست ضعیف می شود. چون اقویا نیستند سلیقه آنها فراهم آوردن کثرت
افواج است که از مور وملخ بیش تر توان گفت نه دلاوری وگو نه برابری (۹)

غرضکہ فتنۂ قومِ مرہٹہ در ہندوستان اعظم فتنہ ہا است[ح۱۵] حق تعالیٰ اخیر دہاد
کسے را کہ این فتنہ را فرو نشاند۔ قوم دیگر از کفار جت[ط] است کہ مسکن ایں جماعت
درمیانِ دہلی و اکبرآباد واقع ست[ح۱۶] ایں ہر دو شہر بمنزلہ دو حویلی پادشاہان بودہ
است۔ تیموریہ گاہے در اکبرآباد می ماندند تا دبدبۂ ایشاں بر راجپوتانہ افتد
و گاہے در دہلی تا ہیبتِ ایشاں بر سہرند و نواحے آں مستولی گردد مزارعانِ
مواضع ما بینِ دہلی و اکبرآباد قومِ جت بودند۔ پس احکام بریں قوم در زمانِ شاہ
جہاں پادشاہ آں بود کہ کسے ازیں ہا بر اسپ سوار نشود و بندوق با خود ندارد
و قلعہ برائے خود بنا نکنند۔ بعد ازاں رفتہ رفتہ پادشاہاں از حالِ آنہا غفلت
نمودند و آں ہا فرصت یافتہ قلعہ ہا بنا ساختند۔ و بندوق با خود گرفتہ قطع طریق
آغاز کردند۔ اورنگ زیب ہند آں وقت در دکھن مشغولِ قلعہ بیجاپور و حیدرآباد
بود[ح۱۷]۔ ازانجا فوجے برائے تادیب جت فرستاد و نبیرۂ خود را بہ سرداری فوج[ح۱۸]
معین نمود[ح۱۹]۔ رئیسانِ راجپوتانہ با آں شہزادہ نفاق ورزیدند و مخالفت پیش کردند
و اختلافے در لشکر واقع شد و باندک فروتنی آنہا اکتفا نمودہ فوجِ پادشاہی باز
گشت و نیز در زمانِ محمد فرخ سیر شورش ایں جماعت بجوش آمد قطب الملک
کہ وزیر بود، افواجِ قاہرہ فرستاد، و چورامن کہ رئیس آں قوم بود بعد محاربات و
مقاتلات راضی بہ صلح شد و او را پیش پادشاہ آوردند و عفو تقصیرات نمودند[ح۲۰]۔
و ایں نیز در حقیقت خلافِ مصلحتِ اسلام بہ عمل آمد۔ باز در عہد محمد شاہ

طغیان و سرکشی این قوم زیاده از حد بظهور آمد و ابن عم چوڑامن که سورج مل است

رئیس این جماعة شده راه فساد پیش گرفت چنانچه شهر بیانه را که شهر قدیم

اسلام بود و علماء و مشایخ از مدت هفت صد سال در انجا اقامت داشتند

قهراً و جبراً متصرف گشته همه مسلمانان را بخواری اخراج نمودند. از آن باز هر

روز سرکشی ایشان زیاده تر شد و بسبب اختلاف و غفلتِ ملوک و امراء کسے

بآن نپرداخت - اگر بالفرض یکے قصدِ تنبیهِ او بخاطر می آرد وکلاے سورج مل

به امراے دیگر رجوع نموده باوے درساخته مشورۂ پادشاه را بر می گردانند -

تا آنکه در زمانِ پسر محمد شاه [۲۳] صفدر جنگ ایرانی خروج نمود و با سورج مل

متفق شده بر شهر دهلی کهنه تاخت آورد [۲۴] - جمیع اهلِ شهر کهنه را غارت نمود - پسر

محمد شاه، در شهر نو خزید دروازه ها محکم بسته جنگ توپخانه سر کردند بمحض فضلِ الهی

صفدر جنگ و سورج مل بعد سه ماه خائب و خاسر باز گشته [۲۵] طرح موافقت

انداختند چوں مردم پادشاه از جنگ عاجز شده بودند موافقتِ آں اعداء

غنیمت بارده شمردند از آں باز شوکت سورج مل افزونی یافت - و از

دو کروهِ دهلی گرفته تا قصبۂ اکبر آباد و طولاً از حدودِ میوات تا فیروز آباد و

شکوه آباد عرضاً متصرف شد .... داذان و صلواة معقود و کسے

نه که بر پا دارد، یک سال می شود که قلعۂ الور که مشرف بر جمیع میوات است با

سورج مل در تصرفِ خود آورده هیچ کس از ارکانِ سلطنت را مقدور نه شد

که ممانعت نماید۔

محصولاتِ ہندوستان کم از ہفت ہشت کرور نیست لیکن بشرطِ غلبہ و شوکت والا درے بدست نمی آید، چنانچہ الحال دیدہ می شود جائیکہ جٹ تصرف دارد محلِ وصول یک کرور است و راجپوتانہ با آں وسعت خود اگر بر سر ہر جہ خراجے وضع کردہ شود کم از دو کرور نیست۔ در عہد محمد شاہ ہر سال از بنگالہ یک کرور مقرر بود و ہمیشہ صوبہ دار آنجا بلا توقف می فرستاد، با وصف ادائے ایں مبلغ مالدار ترین اُمرائے ہندوستان صوبہ دار بنگالہ بود، چنانچہ با وجود بے نسقی دریں ایام ہم سفیہے کار نادیدہ نوجوانے کہ مسلط است بر بنگالہ و آں نبیرۂ ناظم قدیم آنجا است[۲۶]، صاحب خزائن بے شمار است و سعادت خاں ایرانی و بعد از وے صفدر جنگ داماد او صوبۂ اودھ را متصرف بودند، دو کرور ازیں صوبہ عائد داشتند، یک کرور خرج می کردند و یک کرور جمع می ساختند، و ہمیں مالداری حامل شد صفدر جنگ را کہ بر بادشاہ خروج کرد۔

و برہم زدن شوکتِ جٹ نیز نزدیک تدبیر آسان است۔ ملکہائے کہ در تصرفِ خود گرفتہ است از خودش نیست، بلکہ از دیگراں غصب کردہ است۔ ہنوز مالکانِ آں مواضع موجود اند، اگر بادشاہے صاحبِ شوکت و عدالت دستِ مرحمت بر سرِ آنہا گذارد، با سورج مل بہ مخالفت برخیزند

ولمیانِ خویش در آویزند۔ این است حالِ کفارِ ہندوستان۔

امّا ماجرائے حالِ مسلمانان این است کہ نوکرانِ پادشاہ کہ زیادہ
از لکھ آدم بودند، پیادہ و سوار، بعضے اہلِ نقدی و بعضے جاگیردار۔ و از غفلت
پادشاہاں (نوبت) بجائے رسید کہ جاگیرداران بر جاگیرات عمل و دخل نیابند
وکسے غور نمی فرماید کہ باعث بے عملی است و چوں خزانہ پادشاہ نماند نقدی ہم
[۲۶ب]
موقوف شد، آخر حال ہمہ از ہم پاشیدند و کاسہ گدائی در دست گرفتہ اند، و
[۲۷ الف]
از سلطنت بجز نامی باقی نماند۔ چوں حالِ نوکرانِ پادشاہ بایں حد کشید،
تباہی حال سائرِ اہلِ بلدان کہ وظیفہ خواران بودند یا سوداگران یا محترفہ،
قیاس باید کرد کہ بچہ حد رسیدہ باشد، بانواع ظلم و ضیق معیشت گرفتار شدہ
اند۔ علاوہ ایں ہمہ ضیق و عسرت چوں قوم سورج مل و صفدر جنگ بر شہر کہنہ
[۲۷ب]
دہلی تاخت کردہ ہمہ بے خانماں و پریشان و بے مایہ گشتند، باز قحط متواتر از آسمان
نازل شد، بالجملہ ایں جماعۂ مسلمین قابلِ ترحم اند، دریں وقت ہر عملے و دخلے کہ در
سرکارِ پادشاہی جاری است بدستِ ہنود است کہ متصدیان و کارکنان
غیر ایں طائفہ نیست۔ ہر دولت و ثروتے کہ ہست در خانہائے ایشاں جمع شدہ
و ہر افلاسے و مخمصہ کہ ہست بر مسلمانان۔ ——— سخن دراز شد
و از قاعدۂ اختصار بیرون رفت۔ حاصلِ کلام آنکہ در ممالک ہندوستان
غلبہ کفار بایں صورت است کہ دربیان آمد و ضعفِ مسلمانان بایں صفت۔

دریں زمانہ پادشاہے کہ صاحبِ اقتدار و شوکت باشد و قادر بر شکستِ لشکرِ کفار و دور اندیش و جنگ آزما، غیر از ملازمانِ آنحضرت موجود نیست لاجرم بر آں حضرت فرضِ عین است قصدِ ہندوستان کردن و تسلط کفار مرہٹہ برہم زدن و ضعفائے مسلمین را کہ در دستِ کفارہ اسیر اند خلاص فرمودن، اگر غلبۂ کفر معاذ اللہ بہ ہمیں مرتبہ ماند، مسلماناں اسلام فراموش کنند، و اندکے از زماں نگذرد کہ قومے شوند کہ نہ اسلام را دانند نہ کفر را۔ ایں نیز بلائے عظیم است کہ قدرت بر دفع آں بہ فضلِ ایزد منان غیر آں حضرت را میسّر نیست۔

ما بندگانِ الٰہی رسول خدا را صلی اللہ علیہ وسلم شفیع می آریم، و بنامِ خدائے عزوجل سوال می نمایم کہ ہمت بانہمت را بجانبِ جہادِ کفار ایں نواحی مصروف فرمایند تا در پیشِ خدائے عزوجل ثوابِ جمیل در نامۂ اعمال آں حضرت ثبت شود، و در دیوانِ مجاہدین فی سبیل اللہ نامِ نامی نوشتہ شود و در دنیا غنائم بے حساب بدستِ غازیانِ اسلام افتد و مسلماناں از دستِ کفار نجات یابند۔۔۔۔ بخدا می پناہیم از آنکہ بدستورِ نادر شاہ بعمل آید کہ مسلماناں را زیر و زبر ساخت و مرہٹہ و جٹ را سالم و غانم گذاشتہ رفت، از اں باز دولتِ کفار قوت یافت و جنود اسلام از ہم پاشید و سلطنتِ دہلی بمنزلہ لعبِ صبیاں گشت[25]۔ معاذ اللہ۔ اگر آں قوم کفار

مسلم ماند و مسلمانان ضعیف، نام اسلام ہم جائے نخواہند ماند۔ اللہ اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ خدائے عزوجل در صفتِ مجاہدین می فرماید مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗٓ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا۔ الآیۃ[۲۹]۔ یعنی سخت دل اند بر کافران، مہربان اند بر مسلمانان، و در وصفِ جمعے کہ با مرتدان جہاد کنند فرمود۔ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهٖ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗٓ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ[۵۴]۔ یعنی خدائے عزوجل دوست می دارد و ایشاں را و ایشاں دوست می دارند خدا را و متواضع اند برائے مسلماناں سخت دل اند بر کافراں، ازیں جا معلوم می شود کہ فتح اسلام نصیب ہماں جماعت است کہ ہر جا مسلمانے ہست اورا بمنزلہ فرزندان و برادران عینی دوست می دارند و ہر جا کہ کافر حربی است .... مانندِ شیر ژیاں۔

پس واجب است کہ دریں مجاہدات نیت تقویۃ اسلام بخاطر مستقر شود چوں افواج قاہرہ در جائے رسند کہ مسلماناں و کافراں آنجا باہم آمیختہ باشند باید کہ تفنگچیاں بہ استقلال آنجا متعین شوند و با آنہا تاکید شود کہ جماعت از ضعفائے مسلمین کہ در قریات ساکن اند ایشاں را در قصبات و امصار در آرند و باز تفنگچیاں در قصبات و امصار استادہ باشند تا بہ ہیچ وجہ مالِ مسلمانے

غارت نشود و ناموس مسلمانے خلل نہ پذیرد۔ در حدیث شریف وارد
شدہ کہ زَوَالُ الدُّنْیَا اَھْوَنُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ قَتْلِ مُسْلِمٍ۔ سرورِ انبیاء
علیہ من الصلوٰۃ اطہرھا ومن التحیات اکملہا عازم حدیبیہ شدند بقصد عمرہ و کفار قریش
از دخولِ مکہ مانع آمدند۔ آخر حال با کفار صلح درمیان آمد۔ بعض کبار صحابہ را حمیت
دین بجوشید و راضی باں صلح نگردند۔ حضرت سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
بقولِ ایشاں التفات نہ فرمود و صلح نمود۔ چوں ازیں سفر باز گشتند در راہ سورۂ
انّا فتحنا نازل شد۔ حق سبحانہٗ حکمتِ وجود صلح و تاخیر فتح آنجا آشکارا فرمود
ولولا رجال مؤمنون ونساءٌ مومنات لم تعلموھم ان تطؤھم
فتصیبکم منھم معرّۃ بغیر علم لیدخل اللّٰہ فی رحمتہ من یشاءُ
لو تزیّلوا لعذّبنا الذین کفروا منھم عذاباً الیماً۔

یعنی چوں مسلماناں را مضرتے می رسید حکمتِ الٰہی تقاضا فرمود کہ ایں
مقصد را بہ مہلت سرانجام باید و کافراں بطوع یا بکرہ قبول اسلام کنند و
مسلماناں از گیر و دار مجاہدین محفوظ مانند۔ بعد ازاں بعد دو سال فتح مکہ صورت
گرفت و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم با دوازدہ ہزار کس قریب مکہ رسیدند، و
اہلِ مکہ بہ لطف و عنف داخل ربقۂ اسلام شدند و دستِ بیعت باں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم دادند۔ دریں قصہ پادشاہانِ دور اندیش و دانا دل صائب تدبیر را
حلیم حکمتے است غریب، و آں آنست کہ در محلِ اختلاط مسلماناں با کافراں حسلم

تائی را کار فرما شوند و بخت کافرانِ بدکیش را کہ بر مسلمانان تسلط یافتہ اند از ہمہ متفرق سازند۔ بعد ازاں مسلمانان خود بخود دست در دستِ پادشاہ عادل، دوراندیش خواہند داد ۔

وکم للّٰہ مِن لُطفٍ خفیّ
یدقّ خفاہ عن فہم الذکیّ

چنانکہ دوائے تلخ ہرچند سودمند باشد مذاقِ مریض باں رغبت نمی نماید طبیبِ حاذق آں را با شہد می آمیزد ہمچناں پادشاہانِ عادل کہ بقصد جہادِ اعداء اللہ متوجہ شوند و آں جا مسلمانانِ خرد و ریزہ متفرق باشند و بر جان و آبروئے خود ترساں و ہراساں و بحسبِ طبیعت آں گیر و دار را ناخواہاں۔ ہر جا کہ برسند فقراء و غرباء و سادات و علمائے آں شہرہا بہ الطافِ خسروانہ و انعامِ پادشاہانہ و انواعِ دلاسا و مدارا محفوظ سازند تا آوازہ لطفِ ایشاں بہ اطرافِ بلاد دور و نزدیک برسد و ہمہ باجمعہم دستِ دعا برائے فتحِ پادشاہ عدالت پناہ بکشایند۔ و از خدائے عز و جل شب و روز ہمیں استدعا نمایند کہ ایں آیتِ رحمت بہ شہرہا فرود آید۔ اہم فالاہم را تقدیم باید نمود، و ہر جا احتمالِ شکستِ مسلمانے باشد توقف باید فرمود۔ غلبہ کفار را اوّل برہم باید زد۔ و گروہ دیگر آں جماعہ کہ کفار اند در جہاد مقدم باید داشت تا بے تردد و احتمالِ قتلِ مسلمانے مدعا بحصول انجامد۔ انتہائے کلام می باید کہ ببرکات حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام در حقِ پادشاہانِ اسلام و نصائح خلفائے راشدین در بابِ حفظِ آدابِ پادشاہی عمل فتح شود۔

اخرج البخاری عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللّٰہ
علیہ وسلم قال ما استخلف خلیفۃ الا لہ بطانتان بطانۃ تامرہ
بالخیر وتحضہ علیہ وبطانۃ تأمرہ بالشر وتحضہ علیہ والمعصوم
من عصمہ اللّٰہ ۔ واخرج ابو یوسف (رحمہ اللّٰہ) عن ابن سابط
قال لما حضرت ابا بکر رضی اللّٰہ عنہ الوفاۃ ارسل الی عمر رض
لیستخلفہ ثم قال لہ انی اوصیک بوصیۃ ان حفظتھا لم
تکن شئ احب الیک من الموت وان ضیعتھا لم یکن شئ
ابغض الیک من الموت ولن یعجزہ ان للّٰہ تعالی علیک حقا
فی اللیل لا یقبلہ فی النھار وحقا فی النھار لا یقبلہ فی اللیل
وانہ لا یقبل نافلۃ حتی تؤدی الفریضۃ وانما خفت موازین من
خفت موازینہ یوم القیامۃ باتباعھم الباطل فی الدنیا وخفتہ
علیھم وحق المیزان لا یوضع فیہ الا الباطل ان یکون خفیفا وانما
ثقلت موازین من ثقلت موازینہ یوم القیامۃ باتباعھم
الحق فی الدنیا وثقلہ علیھم وحق المیزان لا یوضع فیہ الا الحق
ان یکون ثقیلا فان انت حفظت وصیتی ھذہ فلا تکونن غائب
احب الیک من الموت ولا بد لک منہ وان انت ضیعت وصیتی
ھذہ فلا یکونن غائب ابغض الیک من الموت ولن تعجزہ ۔

وأخرج ابو يوسف عن زبيد اليامي قال لما اوصى عمر قال أوصي الخليفة من بعدي بتقوى الله وأوصيه بالمهاجرين الأولين أن يعرف لهم حقهم وكرامتهم وأوصيه بالانصار الذين تبوؤا الدار والايمان أن يقبل من محسنهم ويتجاوز عن مسيئهم وأوصيه باهل الامصار فانهم ردء الاسلام وغيظ العدو وجباة المال ان لا يؤخذ منهم الا فضلهم عن رضى منهم وأوصيه بالاعراب فانهم اصل العرب ومادة الاسلام أن يأخذ من حواشي اموالهم ليرد على فقرائهم وأوصيه بذمة الله وذمة رسوله ان يوفي لهم بعهدهم أن يقاتل من ورائهم ولا تكلفوا فوق طاقتهم وأخرج ابو يوسف عن هاني مولى عثمان بن عفان قال كان عثمان رضي الله عنه اذا وقف على قبر بكى حتى يبل لحيته فقيل له تذكر الجنة والنار فلا تبكي وتبكي من هذا. قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال القبر اول منازل الاخرة فان نجا منه فما بعده ايسر منه وان لم ينج منه فما بعده اشد منه

وأخرج ابو يوسف عن عطاء بن ابي رباح قال كان علي بن ابي طالب اذا بعث سرية ولى امرها رجلا ثم قال له اوصيك بتقوى الله الذي لا بد لك من لقائه ولا منتهى لك دونه يملك الدنيا والاخرة عليك بالذي يعنيك وعليك بالذي يقربك الى الله

فان فیما عند اللہ خلفا من الدنیا - ایں است الحمد لطریق اعتجال المستفید در آمد و اگر توجہ خاطر عاطر بایں کلمات مفہوم شد بعض مطالب تفصیلاً خواہد رسید والحمد للہ اوّلاً و آخراً و ظاہراً و باطناً -

---

مکتوب سوم

بجانب

نجیب الدولہ

خدائے عزوجل آں امیر المجاہدین را بنصر ظاہر و تائید باہر مشرف کناد، و ایں عمل را بعزّ قبول رسانیدہ ثمراتِ عظیمہ و برکاتِ جسیمہ بر آں مرتب گرداناد - از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام محبت مشام واضح آنکہ دعائے نصر مسلمین کردہ می شود، و از سروشِ غیبی نفحاتِ قبول شنیدہ می شود، امید آنست کہ خدائے تعالیٰ بر دستِ ایشاں احیاءِ طریقۂ جہاد فرمودہ برکاتِ آں عاجلاً و آجلاً نصیب کند -

اِنّہٗ قریبٌ مجیب!

مکتوب چہارم

بجانب

نجیب الدولہ

خدائے عزوجل آں امیر الغزات، رئیس المجاہدین را بفتوح تازہ وتشریف بے اندازہ معزز وممتاز ساختہ ابوابِ برکات بر مسلمین بکشاید۔ بکمال کرمہٖ انّہٗ قریبٌ مجیب، در اکثر اوقات مرجوہ وظیفہ دعائے خیر او کردہ می شود وبعض احیان نوید غلبہ اسلام بگوشِ ہوش می رسد، اگرچہ ایں معنی بعد انتظار وپس از کوشش ظاہر شود۔ بے دل نباید شد۔ لِکُلِّ اجلٍ کتاب۔ والسلام۔

مکتوب پنجم

بطرفِ

نجیب الدولہ

خدائے عزوجل آں امیر الغزاة، رئیس المجاهدین را محفوظ و محظوظ و بہ عین عنایت ملحوظ دارد۔ بعد سلام واضح آنکہ رقیمہ کریمہ رسید، حمدِ الٰہی بر صحت و سلامتِ ذاتِ سامی بجا آوردہ شد، در پردۂ غیب بر انداختن ایں دو فرقۂ ضالہ یعنی مرہٹہ و جٹ مصمم شدہ است۔ موقوف بر وقت است ہمیں کہ عزیزاں کمر ہمت بستہ در صددِ قتال آمدند، ظالم گمراہ ان شاء اللہ تعالیٰ، می شکنند، باقی مانند مطلبے دیگر چوں عبورِ افواجِ شاہیہ بہ دہلی واقع شود، اہتمامِ کلی باید کرد کہ مثلِ سابق پامالِ ظلم نگردد، اہل دہلی چندیں دفعہ نہبِ اموال و ہتکِ ناموس دیدہ اند و بہ ہمیں سبب در کارہائے متعلقہ بہ شاہی توقف افتاد، آخر آہِ مظلوماں کارہا دارد، ایں بار اگر می خواہند کہ کار درست بستہ معتبر شود تأکید بلیغ باید نمود کہ کسے با مسلماناں و ذمیاں دہلی کار نداشتہ باشند۔ والسلام

مکتوب ششم

بطرف

نجیب الدولہ

خدائے عزوجل آن منبع الحسنات، امیر المجاہدین، رئیس الغزاۃ را بہ فتوح تازہ و برکاتِ بے اندازہ مشرف و ممتاز گرداناد۔ از فقیر ولی اللہ عفی عنہ، ملتمس آنکہ اکثر اوقات بجناب مجیب الدعوات دعا کردہ می شود کہ فرقِ کفار منہزم و مستاصل سازد، امید واری از فضلِ او تعالیٰ آنست کہ عنقریب بوجود آید، در ہندوستان سہ فرقہ از کفار بہ شدت و صلابت موصوف اند تا وقتیکہ استیصالِ این سہ فرقہ نمی شود نہ بادشاہے سلطین شدہ می نشیند، نہ امراء و نہ رعیت بفراغِ خاطر می توانند زیست، مصلحتِ دینی و دنیوی ہر دو دراں منحصر است کہ بعد فتح مرہٹہ بہیدہ رنگ متوجہ قلعجاتِ جت شوند و آں را بہ نیرئے برکاتِ غیبیہ بتیسیر فتح نمایند، بعد ازاں نوبتِ سکھ است، آنجماعہ را نیز زیر و زبر باید ساخت، و منتظرِ نفحات الٰہیہ باید بود۔

مقدمہ مہم تر آن است کہ مسلمانانِ ہندوستان چہ دہلی و چہ غیرِ
آن چندیں صدمات دیدہ اند و چند بار نہب و غارت آزمودہ ، کارد بہ
استخواں رسیدہ است جائے ترحم است ، برائے خدا و برائے رسولِ خدا
تاکیدِ بلیغ باید کرد کہ متعرض مال مسلمانے نشود ، دریں صورت امید آنست
کہ ابوابِ فتوح پے در پے کشادہ گردد ۔ اگر دریں امر تغافل شود بترسم کہ آہِ
مظلوماں سدِ راہ مقصود گردد ۔ والسلام ۔

مکتوبِ ہفتم

بطرف

نواب نجیب الدولہ بہادر

خدائے عزوجل آں راس المجاہدین، رئیس الغزاۃ، امیر الامراء بہادر را بہ فتوحاتِ تازہ و ترقیاتِ بے اندازہ مشرف گرداناد، از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام مودت التزام واضح باد کہ فقیر زادہ ازاں عالی مرتبہ پیغامِ زبانی بابت غلبۂ جت بر نواحی دہلی و سرکشیِ او نقل کرد و جواب آں مفصل در آں مقدمہ درخواست نمود، بناءً علیہ ایں چند کلمہ مرقوم می شود، حقیقت این است کہ فقیر در واقعہ استیصالِ قومِ جت بہ ہماں صفت کہ قومِ مرہٹہ مستاصل شدہ اند، دیدہ است ونیز در واقعہ دید کہ مسلمین بر دیہات و قلاعِ جت مسلط شدہ اند و مسکن و ماوائے مسلمین شدہ است ۔ اغلب رائے آنست کہ روہیلہا در قلعہائے جات اقامت کنند، ایں قدر در غیب الغیب مصمم و مقرر است، فقیر را دریں مقدمہ شک وشبہ نیست، اما ہنوز در عالمِ ملکوت صورتِ فتح ظاہر نشدہ است، محتاج

توجہ دہمت بندگانِ خدا کہ دریں کار ایشاں را قائم ساختہ اند ہست چوں این مقدمہ واضح شد صلاح دید این فقیر آنست کہ آں عالی مقام عزیز القدر بنیت اعلاء کلمۃ اللہ و تقویتِ ملّتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات در خاطر مصمم کنند و جہادِ آں ملاعین شروع نمایند۔ روزیکہ از خانہ بقصدِ جہاد کوچ کنند، فقیر را اطلاع دہند، تا بطوریکہ خدا تعلیم کردہ است متوجہ شود۔ امید واری از فضل حضرت کریم آنست کہ فتح عجیب دست دہد، و افواجِ آں ملاعین برہم خورد، این قدر خود ہموار باید ساخت کہ جنگِ اعدا نشیب و فراز دارد۔ بہ اندک خبر بد دل نباید۔ از ابتدار آفرینش حضرت آدم تا الیوم کدام فتح بودہ است کہ نشیب و فراز نداشت، زیادہ مبالغہ دریں مقدمہ عادت فقیر نیست، اما یک نکتہ را خاطر نشان خود بکنند کہ بعض مردم ہنود کہ بظاہر نوکرِ شما و دولتِ شما اند و بہ باطن میل بجانب آں ملاعین دارند نمی خواہند کہ قومِ کفرہ مستاصل شوند، ہزار حیلہ دریں مقدمہ خواہند انگیخت و بہر نوع صلح را در نظر آن عزیز القدر خواہند آراست، در دل می باید نیت مصمم ساخت کہ سخن آن جماعۃ نشنوند و ہرگز بسخنِ ایشاں میل ننمایند اگر بمیل سخن آں جماعہ نمودند نصرتِ متاخر می شود، فقیر این مقدمہ را ہمچناں می داند کہ گویا کسے بہ چشمِ خود می بیند۔ والسلام

مکتوب ہشتم

بجانب

نواب نجیب الدولہ بہادر

خدائے عزّ وجل راس المجاہدین، رئیس الغزاۃ، امیر الامراء بہادر را بہ فتوحاتِ تازہ و ترقیاتِ بے اندازہ مشرف گرداناد۔ از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام محبت التزام واضح باد، مکتوب محبت اسلوب متضمن استعداد جہاد جاٹ و استفسار آنکہ جماعہ مسلمین با جاٹ موافق شدہ اند، با آنجماعہ چہ نوع سلوک باید کرد، رسید، عزیز القدرِ من، فتح جاٹ در غیب الغیب مصمم است، دریں باب ہیچ وسواس بہ خاطر شریف نہ رسد، ان شاء اللہ تعالیٰ بدستور مرہٹہ ہمیں کہ ہر دو صف برابر شدند مانندِ طلسم خواہد شکست، اگر جماعت از مسلمین ہمراہ جاٹ باشند ہیچگونہ وسواس نکنند، امید وارم کہ غیر آنکہ بظاہر کثرتِ دشمناں بہ نظر آید، ہیچ تشویش نخواہد پیش آمد، خدائے تعالیٰ دستِ آں جماعتِ مسلمین بند خواہد کرد قتال نخواہند کرد، انشاء اللہ تعالیٰ بمثال آنکہ شیراں در رمہ گوسفنداں در آیند،

ہزیمت بر آں جماعت خواہد افتاد، از کثرتِ اعداء، اندیشہ نکنند، و نہ رفاقت مسلمین با اعداء ـــــ ارادۂ خدا تعالیٰ بر ہمہ غالب است سخن صلح اگر کافراں بخدمت شریف بہر حیلہ عرض کنند گوش بسخن ایشاں نباید داشت، و اگر بعض مسلماناں کہ نیتِ ایشاں در اعلائے دینِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات ضعیف است اندیشہ ہائے دور و دراز مستولی کنند، آں را نیز استماع نباید نمود، غیر استعداد حرب وغیر شدہ دریں کار ملحوظِ خاطرِ شریف نباشد۔ میاں فقیر گل بعض گفتگوئے مسلماناں و اندیشہا، باطل التماس نمودن مفصل بیان کردند۔ بتاکید تمام نوشتہ می شود تا دفعے کہ برائے جہاد جانب کوچ کنند، فقیر را اطلاع دہند، انشاء اللہ تعالیٰ از آں وقت تا وقتِ فتح بدعائے دلی مشغول خواہد بود۔ والسلام

مکتوب نہم

بطرف

نجیب الدولہ

حق جل وعلی آں راس المجاہدین، رئیس الغزاۃ، امیر الامراء را بر مسند عزت متمکن داشتہ انواعِ خیرات بر منصۂ ظہور آرد۔ از فقیر ولی اللہ عفی عنہ، بعد سلام محبت التیام مکشوف باد، آنچہ معلوم می شود آنست کہ امروز تائیدِ ملت دامتِ مرحومہ در پردۂ آن مصدرِ خیر ظہور می کند، از ہیچ ہم و سواس بخاطر شریف راہ نیابد ہمہ کار ہا ان شاء اللہ تعالیٰ بہ مرادِ دوستان است، و ہمہ دشمنان پامال سطوۃ الہٰی ثانیاً واضح آنکہ حافظ جو اہر خاں مردِ نیک نفس است، خواش دنماش کہ اقبح عیوب بدنما پادشاہاں تواند بود، در نفسِ او نیا فریدہ اند ....

سابق اشارتے بایں مضمون مرقوم شدہ بود۔ والسّلام

مکتوبِ دہم

بنام

بنامہ مؤلف (یعنی شیخ محمد عاشق)

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ، از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام محبت التیام مطالعہ نمایند، الحمد للہ علی العافیۃ دی روز کہ فقیر از نمازِ جمعہ پیش از وقت معتاد برخواست و زود آں عزیز القدر را رخصت نمود، سبب آں ہمیں بود، کہ ازدحام تشویش خاطر ندہد۔

پادشاہ و والدہ او[۱۱۶۵] آمدند نخست در مسجد بند و بست زنانہ کردند، غرض ازیں صورت آں بود کہ بے تکلف نشستہ ساعتے توقف کنند، قریب یک پاس نشست و طعام ہم خوردو اکثر کلامِ او استمداد در امور رفاہ خلق اللہ بود و تاسف بر آنکہ آنچہ در ایامِ اعتکاف یعنی حبس بر خود التزام نمودہ بود، بظہور رسید و آنکہ کدام زلت از من صادر شدہ بود کہ صغائر غلب مستتر شد، پیش ازیں در مقام

رویا به مشاهدهٔ جمال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرف می شدم، الحال میسر
نمی آید، در آں میاں سه رویا ذکر نمود، اول وقتیکه[٣٦] رفیع الدوله را به پادشاهی
منصوب ساخته بودند گفت پرسیدم که بعد رفیع الدوله کدام بادشاه خواهد شد
فرمودند روشن اختر،[٣٧] گفتم بعد از وی، گفت دیگری هست گویا نیست[٣٨]
گفتم بعد از وی، فرمودند تو،[٣٩] نپرسیدم تا که این معنی ممتد شود، و دیگری
وقتی که قتلِ عام وقتِ نادرشاه واقع شد،[٤٠] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را بخواب
دیدم گویا حصار می کنند و به انگشت اشارت می کنند. پرسیدم این چیست؟ فرمودند
آفتی عظیم واقع شده حصار کردم تا قلعه محفوظ ماند. دیگر وقتی بخواب دیدم گویا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جبه در دستِ مبارک درست می کنند، فرمودند برائے تو می سازم،
فقیر طریقهٔ بیعت با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در خواب بیان کردم و به ملاحظهٔ صورت
مبارک آں حضرت اشارت نمودم، گفت صورتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
که در رویا رفیع الدوله و روشن اختر دیده بودم حاضرِ ذهنِ من ست، فقیر گفت اهمال
تا بیش خاطر مستحضر باید ساخت، بعد ازاں نماز در مسجد با فقیر خوانده رخصت شد۔
والسلام۔

مکتوب یازدہم

بنام

بندۂ مولف (یعنی شیخ محمد عاشق رح)

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد از سلام محبت مشام مطالعہ نمایند، الحمد للہ والمنۃ کہ دریں حادثۂ عامہ عافیت نصیب شد، ایں محلہ را معلوم نشد کہ فوجِ مخالف آمدہ بود یا نہ از جہت دستبردِ غارتیاں و ہم از جہتِ مصادرہ کہ بر سر حویلی ہا مقرر شدہ بود اذیتے نہ رسید، عالمگیر را سابق انچہ گفتہ شدہ بود کہ دریں فتنہ شمارا سلامت خواہد بود آں ہم بوقوع رسید، آں تمغائے اکثرے ضبط شد، الا آں تمغائے اینجانب کہ دستخط کردہ دادہ اند...... الحال احمد شاہ درانی متوجہ غزوہ جبت است، انچہ بوقوع خواہد آمد، نوشتہ خواہد شد، اہل شہر از قتلِ خود بلا امنت ماندند اما موادِ فاسدہ دراہم و دنانیر کہ در مزاجِ ایشاں جمع شدہ بود، ہمہ را تنقیہ کلی بہم رسید چنانچہ جائے عبرت است کہ ہر قدر کہ بجاہ و حشمت بیشتر بودند، در

قید و ضرب و چوب کاری پیش قدم شدند، الا ما شاء اللہ تعالیٰ۔

والسلام

مکتوبِ دوازدہم

بنام

مولف یعنی شیخ محمد عاشق رح

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالی از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام مطالعہ نمایند الحمد للہ علی العافیہ، امروز افواہ شنیدہ شد کہ تشویشِ خاطر آورد کہ افواجِ دُرّانیہ بہ طرفِ بارہہ می رود[۴۲]، آرے جہت تشویشِ خاطر پیدا شد ہر چند ظن غالب است کہ طرف پہلت[۴۳] و بودہانہ کارے نداشتہ باشند، بالجملہ از فضلِ الہی امیدِ قوی داریم کہ خدائے تعالی شما را از جمیع آفات سلامت دارد و ایں معنی از دل می جوشد ہر چند بحسبِ ظاہر تشویشے می آید و تدبیر اصلاح کردہ می شود۔

مکتوب سیزدہم

بنام

بندۂ مؤلف (یعنی شیخ محمد عاشق رح)

حقایق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام

شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام مطالعہ نمایند

الحمد للہ علی العافیۃ والمسئول من اللہ الکریم ان یدیم العافیۃ لنا ولکم، رقیمہ

کریمہ رسید، آمدن بہ موضع پھلت بعافیت و سلامت معلوم شد، الحمد للہ علی ذالک

موافق معہود در اعتکاف داخل شدیم، الحمد للہ علی التوفیق و علی فتح ابواب المزید

آنچہ از قبیل وارداتِ احوال است نوشتن آں چنداں مزہ ندارد، و آنچہ

از قبیل معارف است، ان شاء اللہ تعالیٰ بعد فراغ نوشتہ خواہد شد۔

آنچہ فقیر را معلوم می شود آنست کہ ابدالی بازخواہد آمد ۱۱۷۳ھ - برائے کیفت

کفار و ازالہ دولتِ آں فریق و بعد اتمام موعود در ہمیں سر زمین حیاۃ دولتِ اداسی نماید و بقائے

امر با وجود کثرتِ ادزارہ و تراکم لعن بجہت ہمیں دولتِ کفار بودہ است - والسلام

مکتوب چہاردہم

بنام

بندۂ مؤلف یعنی شیخ محمد عاشق رح

حقائق و معارف آگاہ، عزیز القدر، سجادہ نشینِ اسلافِ کرام
شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ از فقیر ولی اللہ عفی عنہ، بعد سلام مطالعہ نمایند
الحمد للہ علی نعمائہ والمسئول من کرمہ العافیۃ والمعافاۃ والعفو
فی الدنیا والآخرۃ، نامۂ مشکین شمامہ رسید و حقیقت مرقومہ بوضوع پیوست
تبدلِ دول و جفیدلنا خراج وزیر و زبر ساختن بلاد بہ نظر می آید، مسئول دریں حادثہ آنست
کہ دائرہ سوء بر قدم کفار افتد و یک مشت مسلمانان کہ دریں بلادِ غربا افتادہ اند
در کنف عافیت مانند، انہ قریب مجیب، ہر چہ فضلے الٰہی است لعز
عزیز او ذلِ ذلیل البتہ منتشی است، طوبیٰ مر آں جماعت را کہ تسلیم و رضا
شعار ایشان است مقالاً و حالاً طوبیٰ مر آنجماعت را کہ بعد تسلیم و رضا نفحہ
از نفحات تقدس کہ از مکمن تدلی کل حافظ آں جماعہ و ناصر آں قوم باشد۔ ان
ولیی اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین۔ والسلام۔

مکتوب پانزدہم

بنام

بندۂ مولّف یعنی شیخ محمد عاشق رح

حقایق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام از

فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام مطالعہ نمایند۔ الحمد للہ علی العافیہ خط سید فتح اللہ خاں رسید۔ یا حفیظ، بعددِ جمل برائے خواندن نوشتہ شد۔ ختم سورۂ فیل یک ہزار و یکبار چند بار قبل و چند بار بعد درود باین لفظ اللّٰھم صلّ علی سید القاہرین یا علی یا رب العالمین، و چند تعویذ سلاح فرستادہ شد، و این فقرہ در خطِ ایشاں مندرج شدہ ——— بخاطر فقیر می رسد کہ اگر این مسلماناں از دریا عبور کنند و یک بار حملہ بر جماعہ مرہٹہ جست نمایند نشانہ از نشانہائے خدائے تعالیٰ مشاہدہ کنند، آں ملاعین مانند طلسم از ہم پاشند۔ والسلام

مکتوب شانزدهم

بنام

شیخ محمد عاشق رح

حقائق و معارف آگاه، عزیز القدر سجاده نشین اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمه الله تعالیٰ از فقیر ولی الله عفی عنه، بعد از سلام مطالعه نمایند نامه مشکینِ شمامه رسید و تهلکه که بسبب قربِ افواج کفره فجره دراں نواحی واقع ست، معلوم گشت، از جناب رب العزت مطلوب آں ست، که قریة الصالحین[۴۲۵] را از جهنمِ آفات نگهدارد۔

مکتوبِ ہفت دہم

بنام

مولّف یعنی شیخ محمد عاشق رح

.... نوشتہ بودند کہ چہ خوب باشد اگر اعتکافِ رمضان

در مہلت واقع شود، فقیر را ایں معنی بغایت مرغوب است۔ امّا اختلالِ حال

شہر کہ روز فتنہ تازہ گل می کند و ترسے دیگر در خواطر مردم می نشیند، و دریں

حالتِ خانہ و کس و کوتے را گذاشتن از آدابِ مصالح ظاہر دور می نماید

ہماں مصرعِ مشہور مناسبِ حال می یابد ع

تجری الریاح بما لا تشتھی السفن

مکتوب ہشت دہم

بنام

مولّف (یعنی شیخ محمد عاشق رح)

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ، از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد از سلام مطالعہ نمایند...

...... اصل قصہ آنست کہ دو رح عنہ از آنچہ دافع شد مجمع التحقیق است۔ چوں آمد آمد افواجِ ابدالی بجانبِ کشمیر مسموع گشت، آں خطرہ کا منہ گل کرد، و مشاورت دراں باب درمیان آمد، بعد مشاورت مقرر کردیم کہ چوں کشائش تا بہ لاہور رسد، درہماں وقت قبیلہ را بطرفِ کھلت روانہ کنیم کہ حرکت قبل حدوث اندسات از قبیلِ طیش است و توقف الیٰ ما بعد ہجوم اربابِ دعوت تا حال ہم ہماں اندیشہ مصمم است۔ نمی دانیم آں معنی قریب الوقوع است یا متاخر تا میعادے .....

مکتوبِ نوازدہم

بجانب

مولانا سید احمد کہ از دیارِ مردمِ روہیلہ ہستند

بعد از سلام مسنونِ اسلام از فقیر ولی اللہ عفی عنہ مطالعہ نمایند

الحمد للہ ..... یاراں کہ ایں طرف آمدند بشکرِ جنابِ سیادت مآب رطب اللسان بودند کہ بتحریض جیوشِ روہیلہ بر رفاقت بادشاہِ اسلام و دفع نہب و قتل از مسلمین بوضعے نمودند کہ زیادہ ازاں متصور نباشد، فقیر از استماع ایں حکایات بغایت مبتہج و مسرور شدہ دعایہ علو مرتبہ ایشاں در دنیا و آخرت ادا نمود........

مکتوبِ بستم

بجانب

وزیر الممالک آصف جاہ

الحمد للّٰہ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی بر خاطرِ عاطر این فقیر واضح شود کہ در ملکوت مقرر شدہ کہ کفار ذلیل و خوار شوند و بعد ازاں بچند مدت باغیاں رسوا و خراب گردند۔ اگر آں شوکت و شہامت مآب بریں ملاعین کمرِ ہمت بہ بندند ایں ہمہ منسوب بایشاں شود و تمام عالم مسخرِ ایشاں گردد و سببِ رواجِ ملت و استقامتِ دولتِ ایشاں باشد۔ سعیِ قلیل خواہد بود و عوائدِ جلیل۔ اگر سعی نکنند ایں جملہ خود بخود بحوادثِ سماویہ ہلاک و مضمحل گردند۔ دریں صورت ایں معنی بایشاں منسوب نگردد۔

کارِ زلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں

مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

چوں ایں معنی منقح ہو کہ معلوم است لہٰذا باں عزیز القدر بے اختیار گفتہ و نوشتہ می شود، وقت را غنیمت دانند و در جہاد اعداء اللہ تقاعد و تغافل ساکار فرما نشوند

بعد چندیں کار واضح خواہد شد ؎

وسوف تری اذا انکشف الغبار

افرس تحت رجلک ام حمار

چون اظہار اتم مطلوب بود دوستی و خیر خواہی دامن گیر از مبالغہ احتراز نرفت و سخنے ازیں فاش تر متصور نہ شد۔ فرد۔

گو ئے توفیق و کرامت درمیاں افگندہ اند

کس بمیداں درنمی آید سواراں را چہ شد

سخنے کہ با محرمانِ خود در پردہ ادا می کردیم ایں جا بے پردہ نوشتہ شد تا عذر نمانند والسلام والاکرام۔

مکتوب بست و یکم

بنام

وزیر الممالک آصف جاہ متضمن بعض نصائح شرف صدور یافتہ

.... امّا بعد! از فقیر ولی اللہ عفی عنہ واضح شود خدائے عزوجل بکرمِ خود لو بادۂ شجرۂ اقبال ما مبارک و مسعود کناد و در پرورش آں دوحۂ سعادت پرو شہابے اندازہ دہاد، آمین بقیۃ الکلام آنکہ حکیمِ مطلق جل شانہٗ آدمی را بدو وجہ مرکب ساختہ بدنِ عنصری کہ متقاضیٔ شہواتِ حسیہ است و روحِ پاک کہ مستدعی عقائدِ حقہ و اعمالِ نافعہ ہست، لاجرم سعادتِ آدمی نیز بہ دو قسم باشد، شیمۂ اہلِ فطرۂ سلیمہ آنست کہ ہر دو سعادت را جمع نمایند نہ آنکہ بر یکے اختصار کنند، چنانکہ غذائے روح ہم ضروری ایست کہ بسبب فقدانِ خراج روح از ہم می پاشد، رفع مظالم از مسلمین و ترویجِ دین و رسوم نیک پیدا ساختن ہمہ سعادت در سعادت در سعادت است۔ والسلام

مکتوب بست و دوم

بجانب

وزیر الممالک آصف جاہ

خدائے عزوجل ترقیاتِ بے نہایت دہاد و بنعمِ دارین محظوظ و از نقم نشاتین محفوظ داراد۔

اما بعد! بابا فضل اللہ جانب (ما) استفسارِ بعض احوال نمودند۔ بخاطرِ فقیر رسید کہ ببیانِ قلم واضح باید ساخت، ایں ہمہ شدت ہائیکہ روئے می دہد باعتقاد و فقیر بسبب تقاعدیست کہ از جنگ مرہٹہ باختیار ربا باضطرار واقع شد، دراں ایام کہ فقیر آگاہ ساختہ بود عنایتِ عجیب از پیش گاہ حضور بحکم ان لربکم فی ایامِ دھرکم نفحات الا فتعرضوا لھا۔ بمثابہ باراں می بارید ہرچند قدر شامل جمیع حوادثِ امست در کارخانہ حکمتِ الٰہی ہر امر وابستہ بخیریست خوب مضی مامضیٰ۔ [سنہ ۹۵۳] اما قضیہ قطب خاں افغان پس امیدواری از فضلِ حضرتِ باری آنست کہ عنقریب فرونشیند و ظاہر آن ست کہ آں شخص سرسبز نشود و مدعائے باطل خود را بدست نیارد انچہ فقیر را معلوم می شود آنست کہ آں عزیز القدر منصور و مظفر و محفوظ و محظوظ اند، پادشاہ را دریں جاماندن بہتر ست

از بر آمدن ۔ از شاہزادگان ہر کرا خواہند ہمراہ گیرند، بقیۃ الکلام آں کہ آں عزیز القدر را خدائے عزوجل تسلط کلی در ہندوستان دادہ، ما فقیراں امید در از سپید اکردہ ایم کہ رفع مظالم وتغیر رسوم بد وترویج دین متین واقامت امر .... واشاعت علم ونماز وروزہ باحسن صورت بظہور آید، زیرا کہ در طالع ایشاں فرحے وسعادتے عجیب مفہوم می شد ومزاج ایشاں صلاح وذکا ورغبت بامور خیر مدرک می شود از مقتضیات زمانہ آنکہ تا حال ایں معانی ہیچ گونہ بظہور نہ رسید، خدا کند کہ من بعد تلافی مافات واقع شود ۔ ایں قدر خود البتہ گذارش میشود کہ ہر چند مقدور باشد در بر انداختن گرانی غلہ سعی فرمایند وغارت وتاراج کہ در اطراف عالم شائع شدہ، بقدر امکان بر انداختن آں اہم مہمات است ۔ والسلام ۔

مکتوبِ بست و سوم

بطرف

تاج محمد خاں بلوچ

رفعت و عوالی مرتبت عزیز القدر نواب تاج محمد خاں محفوظ و محظوظ و بعین عنایت ملحوظ باشند۔ از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام محبت التزام واضح آنکہ مکتوب بہجت اسلوب متضمن سرکشی ہاتے جٹ رسید ا ہید وار ی از فضلِ باری آنست کہ آں سرکشِ حربی را مخذول و پائمال گرداند، خاطر شریف جمع دارند ــــــ

دریں حالت واجب آنست کہ آں عزیز القدر با موسیٰ خان و دیگر جماعہ مسلمین موافقت نمایند و با یک دیگر مصافاۃ دیک جہتی بہ عمل آرند و صرفِ طاقت در جہادِ اعداء بتقدیم رسانند، اغلب کہ خدائے تعالیٰ بہ برکتِ اجتماعِ مسلمین، و حُسنِ عزیمت ایشاں فتح تازہ نصیب گرداند، خدائے تعالیٰ در قرآنِ عظیم می فرماید اِن تنصروا اللّٰہ ینصرکم، دریں زمانہ سببِ غلبۂ کفار و

مغلوب شدنِ مسلمین غیرِ ایں علت نیست کہ مسلماناں ..... اغراضِ نفسانی درمیان آوردند۔ و ہنود را دخیل کاروبارِ خود ساختند، ایشاں البتہ استیصالِ کفار نخواہند خواست، و دور اندیشیہا و تحملہا محمود است، امّا نہ تا ایں جا کہ کافراں بر بلادِ مسلماناں غالب آیند و ہر روز شہرِ دیگر بدست آرند، ایں وقت تحمّل و دوراندیشی نیست، وقتِ توکل ست و شمشیر بستن، و استعدادِ حرب کردن، و غیرتِ مسلمانی را بجوش آوردن۔ اگر چناں کنند اغلب کہ نسیمِ نصرو زیدن گیرد، آنچہ فقیر می داند جنگِ جٹ مانندِ طلسمے است کہ اوّل پُر ہول و سہمگیں می نماید چوں بتوکل و اعتماد بر صنع حضرتِ قادر بیچوں باں جانب توجہ واقع شود ظاہر گردد کہ غیر نمودِ بے بود ہیچ نبود۔ توقع کہ از چگونگی احوالِ خود و کیفیتِ استعدادِ حرب آنچہ میسر آید، اطلاع می دادہ باشند کہ ایں معنی سلسلہ جنبانِ دعاءِ محافظت و نصرتِ ایشاں خواہد بود۔ والسّلام

مکتوبِ بست و چہارم

بطرف

نواب مجد الدولہ بہادر

خدائے عزّوجل محفوظ و محظوظ و بعینِ عنایت ملحوظ داراد۔ دریں ولا رقیمہ کریمہ متضمن روئداد لشکر و شرح رائے ضعیف ...... کہ آں را در بیان خود ہا پختہ کنند رسید، عزیز القدر من! فقیر ایں قدر می داند کہ ملکوت برانداختن ایں دو فریق کہ مرہٹہ و جٹ باشند اہتمام است و بعض اشخاص کہ ہمت ایشاں را در حل و عقد مثل ایں امور دخل دادہ اند پیوستہ مامور اند بہ دعائے استیصالِ ایشاں، اگر ایں تصمیم عزم بر اہلاکِ ایشاں لمنی شود، ساعۃً فساعۃً داعیہ ہمت بر استیصالِ ایشاناں در دلِ ایشاں لمنی جوشید، اگر آمدنِ آں شقی کہ مخرب سلطنتِ تیموریہ است متحقق شود، یقین کہ صداقِ اِنّ کیدی متین خواہد بود خاطر شریف جمع دارند۔ والسّلام

مکتوب بست و پنجم

بطرف

نواب عبداللہ خاں کشمیری

خدائے عزوجل محفوظ و محظوظ و بعینِ عنایت ملحوظ داراد۔ رقیمہ سامیہ رسید و استفسار بکہ از اقامت در دیارِ حبشہ کردہ بودند، معلوم شد، عزیز القدر! از غیب بردل جمعے مکرر داعیہ دعا باستیصال ہر دو فریق فرود می آید۔ زینہار درمیانِ ایشاں نباید بود۔ خیر شرط است، اگر دریں ایام عزمِ حج کنند، از ہمہ بہتر، ہم در دُنیا و ہم در آخرت۔ اگر میسر شود انتقال از دار الکفر خود ضرور است، اگر حج کنند انشاء اللہ تعالیٰ، بعد عَود فائدہ ہا خواہند دید، ایں ایام ہرج و مرج است، چہ ادرسال معطل، در خوف و خطر باید بود۔ والسلام

مکتوبِ بست و ششم

بطرف

حافظ جار اللہ پنجابی!

در ایامے کہ برائے حج بدیارِ عرب رفتہ بود

...... وقد وقعت بالدھلی داھیۃ عظیمۃ فنھب الکفار من قوم جٹ۔ البلدۃ القدیمۃ من الدھلی وعجزت الدولۃ عن دفعھم فنھبت الاموال و انتھکت و حرقت البیوت ولکن اللہ تعالیٰ خلصنی مع جمیع اھلی ومالی وبیوتی من ایدیھم ...... وکانت الواقعۃ فی اوائل رجب ۱۱۶۶ھ واستمرت الی اواخرِ شعبان ۱۱۵۶ھ۔

ترجمہ مکتوبات

ترجمہ مکتوبِ اوّل

بجانب

بادشاہ و وزیر و اُمراء

بعد حمد و صلوٰۃ یہ چند کلمات ہیں جن کی تحریر کا باعث بادشاہِ اسلام، اُمراء اور جمہور مسلمین کی خیر خواہی ہُوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "خیر خواہی دین ہے"، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُمید ہے کہ اگر ان کلمات کے بموجب عمل کریں گے تو امورِ سلطنت کی تقویت، حکومت کی بقا اور عزت کی بلندی ظہور پذیر ہوگی۔

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ اُستادِ ازل گفت ہماں می گویم

(یعنی مجھ کو آئینہ کے پیچھے طوطی کی مانند رکھا ہے، جو کچھ "اُستادِ ازل" نے کہا ہے وہی کہتا ہوں)

کلمۂ اوّل:۔ اصل اصول جس پر حکومت کی بہتری اور ملّتِ بیضا کی

رونق موقوف ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خوشنودی کے لئے یہ بات لازم کرلیں کہ جب فتحیابی نصیب ہو اور مخالف شکست یافتہ ہو تو سب سے پہلی چیز جس کے اجراء کا مضبوط ارادہ کریں، جاٹوں[۵۲] کے علاقے اور اُن کے قلعوں کے فتح کرنے کی جد و جہد ہو۔ اس کام میں دینی و دُنیاوی دونوں فائدے ہیں۔ منجملہ ان ضروری کاموں کے بدمعاشوں کی سرزنش کرنا بھی ہے، تاکہ کوئی زمیندار اس قسم کی شوخی اور بیباکی کا خیال بھی نہ لائے۔

کلمۂ دوئم۔ یہ کہ خالصہ[۵۳] کو کشادہ تر کرنا چاہیئے خصوصاً وہ علاقہ جو دہلی کے ارد گرد ہے، آگرہ، حصار، دریائے گنگ، اور حدودِ سہرند تک سب کا سب علاقہ یا اُس میں کا اکثر خالصہ ہو، کیونکہ امورِ سلطنت میں ضعف کا سبب خالصہ کی کمی اور خزانہ کی قلت ہوا کرتی ہے۔

کلمۂ سوم۔ یہ کہ جاگیر[۵۴] عطا کرنا بڑے بڑے اُمراء کے لئے مخصوص ہو چھوٹے چھوٹے منصب داروں[۵۵] کو نقد دینا چاہیئے (جاگیر نہ دی جائے) جیسا کہ عہدِ شاہجہاں میں قاعدہ تھا۔ اس لئے کہ چھوٹے منصب دار جاگیروں پر قابو نہیں پاتے اس لئے ٹھیکہ دینے کی احتیاج ہوتی ہے اسی وجہ سے وہ اکثر اوقات مفلس رہتے ہیں اور اپنے آپ کو کارہائے پادشاہی میں پوری طرح مشغول نہیں کر سکتے۔

کلمۂ چہارم۔ یہ کہ جو لوگ اس فتنہ میں غنیم کے ساتھی ہوئے ہیں

ضروری ہے کہ ان کو جاگیر و منصب اور خدمت سے بیدخل کردیں تاکہ اُن کے لئے یہ چیز سزا کے قائم مقام ہو جائے، اور دوسرے لوگ اس قسم کے مواقع پر "حقِ نمک"[۵۶] کی ادائیگی کے راستے سے نہ بھٹکیں۔

کلمۂ پنجم۔ یہ کہ افواجِ بادشاہی کی ترتیب عمدہ طریقہ پر کرنی چاہیئے[۵۷] اور یہ ترتیب[۵۸] تین طریقوں سے ہو سکتی ہے۔

(۱) وہ داروغہ مقرر کئے جائیں جو مندرجہ ذیل تین صفتوں سے متصف ہوں

الف۔ نجیب ہوں

ب۔ بہادر ہوں اور اپنے ساتھیوں پر شفیق ہوں۔

ج۔ تہِ دل سے بادشاہ کے خیر خواہ ہوں

(۲) جن لوگوں سے اس فتنہ میں بے غیرتی اور نمک حرامی سرزد ہوئی ہے اُن کو معزول کر کے دوسروں کو داخلِ رسالہ کیا جائے۔

(۳) یہ کہ ملازموں کی تنخواہیں[۵۹] بغیر تاخیر کے اُن کو ملنی چاہیئں، اس لئے کہ تاخیر کی صورت میں وہ لوگ سودی قرض لینے پر مجبور ہوتے ہیں اور اُن کا اکثر مال ضائع ہو جاتا ہے۔

کلمۂ ششم۔ "خالصہ"[۶۰] سے ٹھیکہ دہندگی کی رسم موقوف کر دی جائے دیندار۔ واقف کار امین ہر جگہ مقرر کر دیئے جائیں، ٹھیکہ دینے میں مُلک خراب ہوتا ہے اور رعیت پامال و بدحال ہو جاتی ہے۔

کلمۂ ہفتم۔ یہ کہ قاضی و محتسب ایسے لوگوں کو بنایا جائے جو رشوت ستانی کی تہمت نہ لگائے گئے ہوں اور مذہب اہلِ سنت وجماعت رکھتے ہوں۔

کلمۂ ہشتم............

کلمۂ نہم۔ ائمہ مساجد کو اچھے طریقہ پر تنخواہ دی جائے، نماز با جماعت کی حاضری کی تاکید اور ماہِ رمضان کی بے حرمتی کی ممانعت پورے طور پر کی جائے،

کلمۂ دہم۔ یہ کہ بادشاہِ اسلام اور اُمرائے عظام ناجائز عیش وعشرت میں مشغول نہ ہوں، گزشتہ گناہوں سے سچے دل سے توبہ کریں، اور آیندہ گناہوں سے بچتے رہیں۔ بالفعل اگر ان دس کلمات پر عمل کریں گے، مجھے امید ہے کہ بقائے سلطنت، تائیدِ غیبی اور نصرتِ الٰہی میسر ہو گی۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ یعنی مجھے توفیق اللہ ہی سے حاصل ہو گی اور اُسی کی ذات پر میرا توکل ہے اور اُسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

مکتوبِ دوم

کسی بادشاہ کے نام[۹-ص]

بعد حمد و صلوٰۃ کے ـــــ یہ چند کلمات ہیں جن کے لکھے جانے کا باعث اسلامی حمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کلمات کو گوشِ مبارک تک پہنچادے۔

بادشاہانِ اسلام کا وجود اللہ تعالیٰ کی ایک زبردست نعمت ہے ...... جاننا چاہیئے کہ ملکِ ہندوستان ایک وسیع ملک ہے۔ قدیم اسلامی بادشاہوں نے بڑی مدت میں بڑی جدوجہد کے بعد کئی دفعہ میں جا کر اس ولایت کو فتح کیا ہے، علاوہ دہلی کے جو صاحبِ اقتدار بادشاہوں کا مستقر رہی ہے، ہر علاقہ میں علیحدہ علیحدہ فرمانروا تھے، مثلاً گجرات، احمد آباد کا علاقہ ایک علیحدہ حکمراں سے تعلق رکھتا تھا۔ ٹھٹھہ کا دوسرا بادشاہ تھا، بنگالہ ایک اور حاکم کے زیرِ حکومت تھا۔ اودھ جدا ایک شخص کے زیر اقتدار تھا

جس کو سلطان الشرق، یعنی پورب کا بادشاہ کہتے تھے، ملکِ دکھن پانچ حسب ذیل سلطنتوں کا مجموعہ تھا۔

(۱) برہان پور

(۲) برار

(۳) اورنگ آباد

(۴) حیدر آباد

(۵) بیجا پور

ان پانچوں سلطنتوں میں سے ہر سلطنت کا ایک جداگانہ مستقل بادشاہ تھا۔

مالوہ کا بھی حکمراں علیحدہ تھا، اور ان تمام مذکورہ علاقہ جات میں سے ہر ایک علاقہ کا پادشاہ مستقل طور پر صاحبِ فوج اور صاحبِ خزانہ ہوتا تھا

ہر ایک پادشاہ نے اپنی اپنی مملکت میں مسجدیں تعمیر کرائیں، مدرسے قایم کئے، عرب وعجم کے مسلمان اپنے اپنے وطنوں سے منتقل ہوکر ان علاقوں میں آگئے اور یہاں اسلام کی ترویج واشاعت کا باعث بنے، اس وقت تک ان لوگوں کی اولاد اسلام کے طور وطریقہ پر قایم ہے، ایک اور ملک بھی ہے جو کبھی کسی بادشاہِ اسلام کے قبضہ میں نہیں آیا اور وہ اپنے خالص غیر مسلمانہ طریقہ پر باقی رہا، اتنا ضرور ہوا کہ بادشاہ ان راجاؤں سے جو ان کے حدود

ہیں تھے خراج لیا کرتے تھے۔ یہ ملک جس کا تذکرہ ہو رہا ہے راجپوتانہ کا مُلک ہے، اس ملک کا طول حدودِ ٹھٹھہ سے لے کر حدودِ بنگالہ و بہار تک چالیس منزل ہے اور عرض دہلی و آگرہ سے لے کر گجرات و اجین کی حد تک بیس منزل ہے، یہی وہ با وسعت ملک ہے جو کبھی ملوکِ اسلامیہ کی نشستگاہ نہیں بنا۔ قصہ مختصر۔ پادشاہانِ مغلیہ نے راجپوتوں سے معاہدہ کر لیا اور اس گروہ کو اپنا ماتحت قرار دے کر اُن کی مخالفت سے مامون و محفوظ ہو گئے اور جنگ سے دست کشی اختیار کر لی، واقفانِ فنِ تاریخ تفصیلی طور پر، ان واقعات کو بیان کریں گے[ویلیہ]۔

غیر مسلموں میں ایک قوم مرہٹہ نامی ہے کہ .... اُن کا ایک سردار ہے، اس قوم نے کچھ عرصہ سے اطرافِ دکن میں سر اٹھایا ہے، اور تمام ملک ہندوستان پر اثر انداز ہے۔ شاہانِ مغلیہ میں سے بعد کے بادشاہوں نے عدم دور اندیشی، غفلت اور اختلافِ فکر کی بنا پر ملکِ گجرات[۱۱] مرہٹوں کو دے دیا پھر اسی شکستہ اندیشی اور غفلت کی وجہ سے مُلک مالوہ بھی اُن کے سپرد[۱۲] کر دیا اور اُن کو وہاں کا صوبہ دار بنا دیا۔ رفتہ رفتہ قومِ مرہٹہ قوی تر ہو گئی اور اکثر بلادِ اسلام اُن کے قبضہ[۱۳] میں آ گئے۔ مرہٹوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں سے باج لینا شروع کر دیا اور اس کا نام چوتھ[۱۴] (یعنی آمدنی کا چوتھا حصہ) رکھا۔

دہلی اور نواحِ دہلی میں مرہٹوں کا تسلط اس وجہ سے نہ ہو سکا کہ دہلی کے رؤسا پادشاہانِ قدیم کی اور یہاں کے وزراء اور اُمراء، اُمرائے قدیم کی اولاد ہیں، ناچار مرہٹوں نے اُن لوگوں سے یک گونہ مروّت کا معاملہ رکھتے ہوئے عہدو پیمان کر لیا اور رواداری کا سلسلہ جاری کر کے طرح طرح کی چاپلوسی سے دہلی والوں کو اپنی طرف سے امن و امان دے کر چھوڑ دیا۔ دکھن پر بھی مرہٹوں کا قبضہ اس بنا پر نہ ہو سکا کہ نظام الملک مرحوم کی اولاد نے بڑی بڑی تدبیریں کیں کبھی مرہٹوں کے درمیان میں پھوٹ ڈلوادی، کبھی انگریزوں کو اپنا رفیق بنالیا۔ اور بُرہان پور، اورنگ آباد، بیجاپور جیسے بڑے بڑے شہروں پر اولاد نظام الملک قابض رہی، البتہ اطراف و نواحی کو مرہٹوں کے لئے چھوڑ دیا ---- المختصر سوائے دہلی و دکھن کے خاص طور پر مرہٹوں کا تسلط ہے۔ قومِ مرہٹہ کا شکست دینا آسان کام ہے، بشرطیکہ غازیانِ اسلام کمرِ ہمت باندھ لیں، حقیقت یہ ہے کہ قومِ مرہٹہ خود قلیل ہیں لیکن ایک گروہ کثیر اُن کے ساتھ ملا ہوا ہے، اس گروہ میں سے ایک صف کو بھی اگر درہم برہم کر دیا جائے تو یہ قوم منتشر ہو جائے گی اور اصل قوم اسی شکست سے ضعیف ہو جائے گی، چونکہ یہ قوم قوی نہیں ہے، اس لئے اس کا تمام تر سلیقہ ایسی کثیر فوج جمع کرنا ہے جو چیونٹیوں اور ٹڈیوں سے بھی زیادہ ہو دلاوری اور سامانِ حرب کی بہتات اُن کے یہاں نہیں ہے۔

الغرض قومِ مرہٹہ کا فتنہ ہندوستان کے اندر بہت بڑا فتنہ ہے [15]

حق تعالیٰ بھلا کرے اُس شخص کا جو اس فتنے کو دبائے ۔

غیر مسلموں کی ایک قوم جاٹ ہے جس کی بود و باش دہلی و آگرہ کے درمیان ہے، یہ دونوں شہر بادشاہوں کے لئے دو حویلیوں کی مانند رہے ہیں مغل بادشاہ کبھی آگرہ میں رہتے تھے تاکہ اُن کا دبدبہ اور رعب راجپوتانہ تک پڑے اور کبھی دہلی میں فروکش ہوتے تھے تاکہ اُن کی شوکت و ہیبت سرہند اور نواحی سرہند تک اثر ڈالے ۔

دہلی و آگرہ کے درمیان کے مواضعات میں قوم جاٹ کاشتکاری کرتے تھے ۔ زمانۂ شاہجہاں میں اس قوم کو حکم تھا کہ گھوڑوں پر سوار نہ ہوں، بندوق اپنے پاس نہ رکھیں اور اپنے لئے گڑھی نہ بنائیں، بعد کے بادشاہوں نے رفتہ رفتہ اُن کے حالات سے غفلت اختیار کر لی اور اس قوم نے فرصت کو غنیمت جان کر بہت سے قلعے تعمیر کر لئے اور اپنے پاس بندوق رکھ کر بٹ ماری کا طریقہ شروع کر دیا۔ اورنگ زیب اُس وقت دکھن میں قلعۂ بیجاپور و حیدر آباد کے فتح کرنے میں مشغول تھا، دکھن ہی سے ایک فوج جاٹوں کی تادیب کے لئے اُس نے روانہ کی اور اپنے پوتے کو فوج کا سردار مقرر کیا۔ رئیسانِ راجپوتانہ نے اس شہزادے سے مخالفت کر لی، لشکر میں اختلاف واقع ہوا، جاٹوں کی تھوڑی سی عاجزی پر اکتفا کر کے فوجِ بادشاہی واپس ہو گئی ۔

محمد فرخ سیر کے زمانہ میں اس جماعت کی شورش پھر جوش میں آئی

قطب الملک وزیر نے زبردست فوجیں ان کی طرف بھیجیں۔ چورامن جو اس قوم کا سردار تھا، بے جنگ صلح پر راضی ہو گیا، اُس کو بادشاہ کے سامنے لائے اور تقصیرات کی معافی دلوائی، یہ کام بھی خلافِ مصلحت عمل میں آیا۔

پھر عہد محمد شاہ میں اس قوم کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی، [۲۰] اور چورامن کا چچازاد بھائی سورج مل اس جماعت کا سردار ہو گیا اور فساد کا راستہ اختیار کیا، چنانچہ شہر بیانہ جو کہ اسلام کا قدیم شہر تھا اور جہاں پر علماء و مشائخ سات سو سال سے اقامت پذیر تھے اُس شہر پر قہراً و جبراً قبضہ کر کے مسلمانوں کو ذلت و خواری کے ساتھ وہاں سے نکال دیا، اُس کے بعد سے سرکشی برابر بڑھتی گئی، بادشاہوں اور امیروں کے اختلافات و غفلت کی بنا پر کوئی بھی اس جانب متوجہ نہ ہوا۔ اگر بالفرض ایک امیر اُس کی تنبیہ کا قصد کرے تو سورج مل کے کارکن دوسرے اُمراء کی جانب رجوع کرتے ہیں اور اس طرح بادشاہ کے مشورے کو پلٹ دیتے ہیں [۲۲] پسر محمد شاہ کے عہد میں صفدر جنگ [۲۳] ایرانی نے خروج کیا اور سورج مل سے سازش کر کے پرانی دہلی پر حملہ کر دیا اور تمام باشندگانِ شہر کہنہ کو لوٹ لیا۔ [۲۴]

پسر محمد شاہ نے شہر کے دروازوں کو بند کر کے جنگِ توپ خانہ شروع کی محض خدا کے فضل سے صفدر جنگ اور سورج مل دو تین ماہ کے بعد

ناکامیاب واپس ہوئے اور صلح و موافقت کی داغ بیل ڈالی، چونکہ بادشاہ کے آدمی جنگ سے تھک چکے تھے اس لئے اُنھوں نے صلح کو غنیمت شمار کیا۔ اُس کے بعد سے سورج مل کی شوکت ترقی پا گئی، دہلی سے دو کوس کے فاصلہ سے لے کر آگرہ کے آخر تک طول میں اور میوات کے حدود سے فیروز آباد و شکوہ آباد تک عرض میں سورج مل قابض ہو گیا کسی کی طاقت نہیں کہ وہاں اذان و نماز جاری کر سکے۔

ایک سال ہوا کہ قلعہ آلور جو کہ تمام میوات کی خبر گیری کی لئے ایک جائے بلند تھی، سورج مل اُس کو بھی اپنے قبضہ میں لے آیا، ارکانِ سلطنت میں سے کسی کی مجال نہ ہوئی کہ وہ اس کام سے روک دیتا۔

ہندوستان کے محصولات سات آٹھ کروڑ سے کم نہیں ہیں بشرطیکہ غلبہ و شوکت موجود ہو ورنہ ایک کوڑی بھی ملنی مشکل ہے جیسا کہ اس وقت دیکھا جا رہا ہے جس علاقہ پر جاٹ قابض ہیں وہ ایک کرور روپیہ محصول کی جگہ ہے راجپوتانہ کا علاقہ اپنی وسعت کے باعث دو کرور روپیہ سے کم آمدنی کا نہیں ہے بشرطیکہ ہر راجہ پر خراج مقرر کیا جائے۔ عہدِ محمد شاہ میں بنگالہ سے ہر سال ایک کرور کی آمدنی تھی اور وہاں کا صوبہ دار ہمیشہ بلا توقف بھیجتا رہتا تھا اس رقم کی ادائیگی کے باوجود صوبہ دار بنگالہ ہندوستان کے اُمراء میں انتہائی مالدار امیر تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی کہ بنگالہ میں بے انتظامی ہے اور وہاں

ایک بے وقوف نادان افغان کا نوجوان یعنی ناظم قدیم کا پوتا[۳۶] مسلط ہے، پھر بھی وہ نوجوان خزائن بیشمار کا مالک ہے۔ سعادت خاں ایرانی اور اس کے بعد اس کا داماد صفدر جنگ صوبہ اودھ پر قابض تھے، دو کروڑ اس صوبہ سے وصول کرتے تھے ایک کروڑ خرچ کرتے تھے، اور ایک کروڑ جمع کرتے تھے۔ اسی ایلداری نے صفدر جنگ کے اندر بادشاہ سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا کیا۔ جاٹ کی شوکت کو درہم برہم کرنا بھی تدبیر کے نزدیک آسان کام ہے، انھوں نے جو علاقے اپنے قبضے میں کر لئے ہیں وہ ان کے نہیں ہیں بلکہ غصب کئے ہوئے ہیں، ان کے مواضع کے مالک ابھی تک زندہ و موجود ہیں، اگر کوئی صاحب شوکت و عدالت بادشاہ مہربانی کا ہاتھ ان مالکوں کے سر پر رکھے تو وہ لوگ سورج مل کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہونگے یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہندوستان کے غیر مسلموں کا حال تھا۔ رہا مسلمانوں کا حال وہ یہ ہے کہ نوکران بادشاہ جو کہ ایک لاکھ سے زائد تھے، ان میں پیادہ و سوار بھی تھے، اہل نقدی و جاگیردار بھی تھے، بادشاہوں کی غفلت سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ جاگیردار اپنی جاگیروں پر عمل و دخل نہیں پاتے، کوئی غور نہیں کرتا کہ اس کا باعث بے عملی ہے، جب خزانہ پادشاہ نہیں رہا نقدی بھی موقوف ہوگئی، آخر کار سب ملازمین تتر بتر ہوگئے[۳۷] اور کاسہ گدائی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سلطنت کا بجز نام کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ جب ملازمین بادشاہ کا یہ برا حال ہے تو تمام دیگر اشخاص کے حال کو جو کہ وظیفہ خوار یا سوداگر یا اہل صنعت ہیں انھیں پر

قیاس کر لینا چاہیے کہ کس حد تک خراب ہو گیا ہو گا، طرح طرح کے ظلم اور بے روزگاری میں یہ لوگ گرفتار ہیں، علاوہ اس تنگی و مفلسی کے جب سورج مل کی قوم نے اور صفدر جنگ نے مل کر دہلی کے پرانے شہر پر دھاوا بولا، یہ غریب سب کے سب بے خانماں، پریشان اور بے مایہ ہو گئے ۔۔۔ پھر متواتر آسمان سے قحط ہی نازل ہوا، غرضیکہ جماعتِ مسلمین قابلِ رحم ہے اس وقت جو عمل و دخل سرکار بادشاہی میں باقی ہے وہ ہنود کے ہاتھ میں ہے کیونکہ متصدی و کارکن سوائے ان کے اور کوئی نہیں ہے ہمہ قسم کی دولت و ثروت اُن کے گھروں میں جمع ہے افلاس و مصیبت کا بادل مسلمانوں پر چھا رہا ہے ۔۔ بات طویل ہو گئی اور اختصار کے حدود سے باہر نکل گئی ۔۔۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ملک ہندوستان میں غیر مسلموں کے غلبہ کی نوعیت یہ ہے جو معرضِ بیان میں آئی ۔ اور مسلمانوں کا ضعف اس حد تک پہنچ گیا ہے جو لکھا گیا ۔۔۔ اس زمانے میں ایسا بادشاہ جو صاحبِ اقتدار و شوکت ہو اور لشکر مخالفین کو شکست دے سکتا ہو، دور اندیش اور جنگ آزما ہو، سوائے آنجناب کے اور کوئی موجود نہیں ہے، یقینی طور پر جناب عالی پر فرضِ عین ہے ہندوستان کا قصد کرنا اور مرہٹوں کا تسلط توڑنا اور ضعفائے مسلمین کو غیر مسلموں کے پنجے سے آزاد کرنا ۔ اگر غلبۂ کفر معاذ اللہ اسی انداز پر رہا تو مسلمان اسلام کو فراموش کر دیں گے اور تھوڑا زمانہ نہ گذرے گا کہ یہ مسلم قوم ایسی قوم بن جائے گی کہ اسلام اور غیر اسلام میں تمیز نہ ہو سکے گی، یہ بھی ایک بلائے عظیم ہے، اس بلائے عظیم

سے دفع کرنے کی قدرت بہ فضلِ خداوندی جناب کے علاوہ کسی کو میسر نہیں ہے۔

ہم بندگانِ الٰہی، حضرت رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وسلّم کو شفیع گردانتے ہیں اور خدائے عزّ وجل کے نام پر التماس کرتے ہیں کہ ہمتِ مبارک کو اس جانب متوجہ فرما کر مخالفین سے مقابلہ کریں تاکہ خدائے تعالیٰ کے یہاں بڑا ثواب جناب کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے، اور مجاہدین فی سبیل اللہ کی فہرست میں نام درج ہوجائے دُنیا میں بے حساب غنیمتیں ملیں اور مسلمان دستِ کفار سے خلاصی پاجائیں۔ خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ نادر شاہ کی طرح عمل ہو کہ وہ مسلمانوں کو زیر و زبر کر گیا، اور مرہٹہ و جٹ کو سالم و غانم چھوڑ کر چلتا بنا۔ نادر شاہ کے بعد سے مخالفین قوت پکڑ گئے اور لشکرِ اسلام کا شیرازہ بکھر گیا، اور سلطنتِ دہلی بچوں کا کھیل بن گئی۔ پناہ بخدا اگر قومِ کفار اسی حال پر رہے اور مسلمان ضعیف ہوجائیں تو اسلام کا نام بھی کہیں باقی نہ رہے گا۔[۲۸]

خدائے تعالیٰ مجاہدین کی صفت میں فرماتا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ الآیۃ۔ یعنی وہ غیروں پر سخت دل ہیں اور اپنوں پر مہربان ہیں۔[۲۹]

اُس جماعت کے وصف میں جو مرتدوں سے مقابلہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔[۳۰]

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ۔ الآیۃ۔

یعنی خدا اسے تعالیٰ دوست رکھتا ہے اُن کو اور وہ دوست رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کو وہ مسلمانوں کے سامنے تواضع سے پیش آتے ہیں، اور غیروں پر سخت ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ فتح اسلام اُس جماعت کو نصیب ہوتی ہے جس کی یہ شان ہو کہ اگر کسی جگہ مسلمان ہوں اُن کو وہ اپنے بیٹوں اور سگے بھائیوں کی طرح رکھے اور مخالف کے مقابلہ میں وہ شیر نر کی مانند ہو۔

پس واجب ہے کہ ان مجاہدات میں تقویتِ اسلام کی نیت کر لی جائے، جب افواجِ قاہرہ ایسے مقام پر پہنچیں جہاں پر مسلمان اور غیر مسلمان دونوں رہتے ہوں چاہیے کہ منتظمین خاص طور پر ایسے مقام پر متعین ہوں اور اُن کو تاکید کی جائے کہ جو ضعیف مسلمان قریوں میں ساکن ہیں اُن کو قصبوں اور شہروں میں لے آئیں پھر کچھ منتظمین قصبوں اور شہروں پر مقرر کیے جائیں جو اس بات کی کڑی نگرانی کریں کہ کسی مسلمان کا مال نہ لوٹا جائے اور کسی مسلمان کی عزت میں فرق نہ آنے پائے

حدیث شریف میں آیا ہے کہ " اللہ کے نزدیک تمام دُنیا کا زوال قتلِ مسلم کے مقابلہ میں ہیچ ہے "۔ حضرت سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بقصدِ عمرہ جب حدیبیہ تشریف لے گئے، اور کفارِ قریش مکہ کے داخلہ سے مانع آئے آخر الامر کفارِ مکہ سے صلح ہوئی۔ اگرچہ بعض بڑے صحابہ میں سے ایسے تھے جن کی حمیتِ دینی جوش میں آئی اور اس صلح پر راضی نہیں ہوتے تھے، لیکن

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے قول پر التفات نہیں فرمایا، اور صُلح کرلی، جب اس سفر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہو ئے سورۃ انا فتحنا نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں صلح کی حکمت اور تاخیرِ فتح کی وجہ ظاہر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّوْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّوْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ

تا عذاباً الیماً ۱۳۵

اگر نہ ہوتے (مکہ میں) کئی مرد ایمان والے اور کئی عورتیں ایمان والیاں جن کو تم نہیں جانتے اور یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم اُن کو پیس ڈالو گے پس اس کے نتیجے میں تم کو گناہ ہوتا بغیر دانست کے (تو تصدیق خواب بالفعل ہو جاتی اور جلد فتح میسّر ہوتی) (خدا نے فتح کو موخر کیا) تا کہ داخل کر دے جس کو چاہے اپنی رحمت کے سایہ میں۔ اگر ہر دو فریق ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے تو ہم منکروں پر (فی الفور) آفت ڈال دیتے۔

یعنی چونکہ مسلمانوں کو مضرت پہنچ جانے کا اندیشہ تھا حکمتِ الٰہی نے تقاضا کیا کہ اس مقصد کو مہلت کے ساتھ انجام دیا جائے تاکہ منکرین کسی نہ کسی طرح قبول اسلام کرلیں اور مسلمان مجاہدین کے غلبہ سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ صُلح حدیبیہ کے دو سال بعد مکہ فتح ہوا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار

اشخاص کے ساتھ مکہ کے قریب پہنچے، اور اہلِ مکہ بہر طور داخلِ اسلام ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

اس واقعہ صلح حدیبیہ و فتح مکہ میں پادشاہانِ دور اندیش کو حکمت کی عجیب و غریب تعلیم دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلم و غیر مسلم کے اختلاط کے مقام پر حلم کا معاملہ کرنا چاہیے، پہلے مخالفینِ اسلام کو جو مسلمانوں پر تسلط جمائے ہوئے ہوں متفرق کریں، بعد ازاں مسلمان خود بخود پادشاہ عادل و دور اندیش کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیں گے۔

(ترجمہ شعر عربی)

اللہ کی کتنی پوشیدہ پوشیدہ مہربانیاں ہیں جن کی پوشیدگی سے
ایک ذکی و فہیم بھی بے خبر ہے"

جیسا کہ دوائے تلخ ہر چند فائدہ مند ہو لیکن مریض کی طبیعت اُس کی طرف رغبت نہیں کرتی۔ طبیبِ حاذق، اُس کڑوی دوا کو شہد کے ساتھ ملاتا ہے، اسی طرح پادشاہانِ عادل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی طرف جس جگہ متوجہ ہوتے ہیں اور وہاں پر جو مسلمان متفرق طور پر ہوتے ہیں اور اپنی جان و آبرو کا خوف کرتے ہیں اور اپنی طبیعت سے اُس گیرودار کو نہیں چاہتے، وہاں پر فقیروں غریبوں اور سادات و علماء کو اپنے الطافِ خسروانہ اور انعام پادشاہانہ سے اور طرح طرح کے دلاسوں اور تسلیوں سے محفوظ رکھتے ہیں تاکہ اُن کی مہربانی کا شہرہ

دور و نزدیک شہروں تک پہنچ جائے اور سب کے سب ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر پادشاہِ عادل کی فتح و نصرت کی دُعائیں کریں اور خدائے عز وجل سے شب و روز یہی درخواست کریں کہ اے اللہ یہ رحمت کی نشانی پادشاہِ عادل ہمارے شہر میں فیروکش ہو۔

سب سے پہلے اہم اُس کے بعد بالترتیب اُس کے نیچے درجہ کے اہم امور انجام دیئے جائیں، جس جگہ کسی مسلمان کی شکست کا احتمال ہو وہاں توقف کرنا چاہیئے، جماعتِ منکرین کے کردار جہاد مقدم رکھنا چاہیئے تاکہ بغیر احتمالِ قتلِ مسلم مدعا حاصل ہو جائے۔ آخر کلام میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پادشاہانِ اسلام کے حق میں اور خلفائے راشدین کی نصیحتیں حفظِ آدابِ بادشاہی کے باب میں لکھی جاتی ہیں۔

ترجمہ وصایا و نصائح

ارشاداتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

بخاریؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت لکھی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو خلیفہ بنایا جاتا ہے اُس کے دو دلی دوست (باطنی قوت) ہوتے ہیں ایک اُن میں سے اُس کو خیر و نیکی کی تلقین کرتا اور اُس پر آمادہ کرتا ہے، دوسرا اُس کو شر کا حکم کرتا ہے اور اس کی

رغبت دلاتا ہے اور محفوظ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

وصیتِ صدیقِ اکبرؓ

امام ابو یوسفؒ نے ابن سابط سے روایت کی ہے کہ جب کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کا وقت قریب آیا، اُنھوں نے حضرت عمر فاروقؓ کو بُلایا پھر اُن سے فرمایا کہ میں تم کو ایک وصیت کرتا ہوں اگر تم اُس کو یاد رکھو گے تو موت سے زیادہ کوئی شے تمھیں محبوب نہیں ہوگی اور اگر اُس وصیت کو تم نے بھلا دیا تو موت سے زیادہ کوئی شے تمہارے نزدیک مبغوض و مکروہ نہیں ہوگی اور تم موت کے پنجے سے نکل نہیں سکتے۔ وہ وصیت یہ ہے۔

"اللہ تعالیٰ کا تم پر رات میں ایک حق ہے کہ وہ اُس کو دن میں قبول نہیں کرے گا، اور ایک دن میں حق ہے جس کو رات کو قبول نہیں کرنے کا (یعنی ہر حق کو ادا کرنے کے لئے ایک وقت مقرر ہے) اللہ تعالیٰ نفل اُس وقت تک قبول نہ فرمائے گا جب تک فرض کی ادائگی نہ ہوگی جن لوگوں نے دُنیا میں باطل کی پیروی کی اور باطل کی پیروی کو معمولی چیز تصور کیا اُس کی پاداش میں اُن کی میزان ہلکی ہو جائے گی، اور میزانِ قیامت کا معاملہ یوں ہے کہ وہ ہمیشہ ایسی صورت میں ہلکی پڑتی ہے جبکہ اس میں باطل دھرا ہو۔ اور جن لوگوں نے دُنیا میں حق کا اتباع کیا ہوگا اور اس کو اہم تصور کیا ہوگا اُن کی میزان قیامت میں بھاری ہوگی"

اور میزان میں جب حق ہوگا اُس کا پلہ بھاری ہی ہوگا"

پس اگر تم نے میری اس وصیت کو یاد کر لیا تو کوئی غائب شے موت کے مقابلہ میں محبوب نہیں ہونے کی، اور موت کا آنا یقینی ہے، اور اگر اس وصیت کو ضائع کر دیا (بھول گئے) تو کوئی غائب شے موت سے زیادہ مبغوض نہیں ہوگی۔ اور تم موت کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتے (وہ تم پر غالب آکر رہے گی)

وصیتِ فاروقِ اعظم رضؓ

امام ابو یوسفؒ نے زبیدؒ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے وصیت کی تو فرمایا کہ میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں خدا سے ڈرنے کی۔ اور وصیت کرتا ہوں مہاجرینِ اوّلین کے بارے میں کہ اُن کا حق پہچانا جائے اور اُن کی کرامت و عظمت ملحوظ رکھی جائے اور وصیت کرتا ہوں انصار کے بارے میں، وہ انصار جنہوں نے دارو ایمان میں ٹھکانہ پکڑا اُن کی خوبیوں کو قبول کرتے ہوئے اُن کی لغزشوں سے درگزر کی جائے، اور اولادِ انصار کے بارے میں بھی وصیت کرتا ہوں، اس لئے کہ وہ اسلام کی جڑ اور عدو کے غصہ کا سبب ہیں کہ اُن سے اُن کی رضامندی کے بغیر اُن کا زائد مال وصول نہ کیا جائے، اور اعراب کے بارے میں وصیت کرتا ہوں وہ اعراب جو اصل عرب ہیں، اور اسلام کے لئے مرکزِ طاقت ہیں کہ خلیفہ اُن کے اموال کو لے کر اُن کے فقراء پر تقسیم کر دے اور میں اللہ اور اُس کے رسولؐ کے عہد کی پاسداری کی

بھی وصیت کرتا ہوں کہ ذمیوں کے عہد کو پورا کیا جائے اور اُن کی حفاظت کے لئے مقاتلہ کیا جائے اور اُن کو اُن کی طاقت سے زیادہ حکم نہ دیا جائے۔

نصیحتِ حضرت عثمانؓ

امام ابو یوسفؒ نے حضرت عثمانؓ ابن عفان کے آزاد شدہ غلام حضرت ہانی کی روایت نقل کی ہے کہ ہانی نے کہا کہ جب کبھی حضرت عثمانؓ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تھے تو زار زار روتے تھے یہاں تک کہ آپ کی داڑھی تر ہو جاتی تھی، اُن سے کہا گیا کہ آپ جنت و دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں اس پر تو روتے نہیں قبر پہ کیوں رویا کرتے ہیں، اس کے جواب میں حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، پس جو اس منزل سے نجات پا گیا سمجھ لو کہ اس کے بعد معاملہ آسان ہے، اور اگر یہاں سے نجات نہیں ملی تو اس کے بعد کی منزل اس سے زائد سخت ہے۔

وصیت حضرت علیؓ

امام ابو یوسفؒ نے عطاء ابن ابی رباح سے روایت نقل کی ہے کہ عطاء نے کہا، حضرت علیؓ جب کبھی کوئی لشکر روانہ کرتے تو اس لشکر کا ایک شخص کو امیر بناتے پھر اس سے یہ وصیت کرتے تھے کہ میں تجھے اس خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس کی ملاقات یقینی ہے، اور اُس کے علاوہ تیرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے، وہ دُنیا اور آخرت کا مالک ہے۔ میں تجھ کو جس کام کے لئے روانہ کر رہا ہوں تیرے اوپر اس کی

انجام دہی ضروری ہے اور نیز ایسے امور کی پابندی لازم ہے جو باعثِ قربِ خداوندی ہوں۔ اس لئے کہ خدا کے یہاں دُنیا کے ہر کام کا بدلہ ہے یہ کچھ چیزیں بطریقِ استعجال تحریر ہُوئی ہیں اگر اُن کلمات کی جانب آنجناب کی توجہ محسوس ہُوئی تو بعض مطالب تفصیلاً پہنچیں گے۔

وَالحمدُ لِلّٰہِ اوّلاً وَّ اٰخراً وَّ ظاھراً وَّ باطناً

مکتوبِ سوئم

بجانب نجیب الدولہ

خدائے عزوجل امیر المجاہدین کو نصرتِ ظاہر اور تائیدِ واضح کے ساتھ مشرف کرے اور اس عمل کو قبولیت کے درجہ میں پہنچا کر بڑی بڑی برکتیں اور رحمتیں اس پر مرتب کرے ۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد سلام محبت مشام کے واضح ہو کہ نصرتِ مسلمین کے لئے یہاں دُعا کی جارہی ہے اور سروشِ غیبی سے آثارِ قبول محسوس ہوتے ہیں ۔ اُمید یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ پر طریقہ "جدوجہد" کو زندہ کر کے اُس کے برکات اِس دُنیا میں اور آخرت میں عطا فرمائے گا ۔ اِنَّہٗ قَرِیبٌ مُّجِیب

مکتوب چہارم

بجانب نجیب الدولہ

خدائے عزوجل اُس امیر الغزاۃ، رئیس المجاہدین کو فتوحاتِ تازہ اور بزرگیٔ بے اندازہ سے معزز و ممتاز فرما کر مسلمانوں پر برکتوں اور رحمتوں کے دروازے کھول دے ــــ اپنے کمالِ کرم سے ــــ

اِنّہ قریب مجیب ــــ اکثر خاص اوقات میں دعائے خیر کا وظیفہ ادا کیا جاتا ہے، اور بعض اوقات غلبۂ اسلام کی خوشخبری ہوش کے کان میں پہنچتی ہے اگرچہ یہ حقیقت اب انتظار اور پس از کوشش حاصل ہوگی، لیکن مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ والسلام

مکتوبِ پنجم

بطرف نجیب الدولہ

خدائے عزوجل آن امیر الغزاۃ، رئیس المجاہدین کو محفوظ محفوظ اور بنظرِ عنایت ملحوظ رکھے۔ بعد سلام کے واضح ہو کہ خطِ مبارک پہنچا، ذاتِ گرامی کی صحت و سلامتی معلوم کر کے شکرِ الٰہی بجا لایا گیا۔ "پردۂ غیب" میں مرہٹہ اور جٹ کا استیصال مقرر ہو گیا ہے، بس وقت پر موقوف ہے جونہی کہ اللہ کے بندے کمرِ ہمت باندھیں گے، طلسمِ باطل ٹوٹ جائے گا۔

ایک بات اور کہنی ہے وہ یہ کہ جب افواجِ شاہیہ کا گذر دہلی میں واقع ہو تو اس وقت اہتمامِ کلی کرنا چاہیے کہ دہلی سابق کی طرح ظلم سے پامال نہ ہو جائے، دہلی والے کئی مرتبہ اپنے مالوں کی لوٹ اور اپنی عزت کی توہین اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں، اسی وجہ سے کارہائے مطلوبہ کے حصول میں تاخیر ہو رہی ہے — آخر مظلوموں کی آہ بھی تو اثر رکھتی ہے — اگر اس بار آپ چاہتے ہیں کہ کارِ بستہ جاری ہو جائے تو پوری پوری تاکید کرنی چاہیے کہ کوئی فوجی دہلی کے مسلمانوں اور غیر مسلموں سے جو ذمی کی حیثیت رکھتے ہیں ہرگز تعارض نہ کرے۔ والسلام

مکتوبِ ششم

بطرف

نجیب الدولہ

خدائے تعالیٰ آں منبع الحسنات، امیر المجاہدین، رئیس الغزاۃ کو فتوحِ تازہ اور برکاتِ بے اندازہ سے مشرف و ممتاز کرے۔

فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی طرف سے التماس یہ ہے کہ اکثر اوقات مجیب الدعوات کی درگاہ میں دعا کی جاتی ہے کہ وہ مخالفینِ اسلام کے فرقوں کو "شکست خوردہ" کر دے فضلِ باری سے اُمید یہ ہے کہ یہ بات عنقریب وجود میں آئے گی۔ ہندوستان میں تین فرقے شدت و صلابت کی صفت سے موصوف ہیں جب تک ان تینوں کا استیصال نہ ہوگا، نہ کوئی بادشاہ مطمئن ہو کر بیٹھے گا، نہ اُمرا چین سے بیٹھیں گے۔ اور نہ رعیت خاطر جمعی سے زندگی بسر کر سکے گی۔

دینی و دنیاوی مصلحت اسی میں ہے کہ مرہٹوں سے جنگ جیتنے کے بعد فوراً قلعہ جاتِ جٹ کی جانب متوجہ ہو جائیں اور اس مہم کو بھی برکاتِ غیبیہ کی مدد

سے آسانی کے ساتھ سر کر لیں۔ اس کے بعد نوبتِ سکھ ہے، اس جماعت کو بھی شکست دینی چاہیے اور رحمتِ الٰہی کا منتظر رہنا چاہیے"۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ مسلمانانِ ہندوستان نے خواہ وہ دہلی کے ہوں خواہ اس کے علاوہ کسی اور جگہ کے — کئی صدمات دیکھے ہیں اور چند بار لوٹ مار کا شکار ہوئے ہیں — "چاقو ہڈی تک پہنچ گیا ہے"۔ رحم کا مقام ہے، خدا کا اور اس کے رسول کا واسطہ دیتا ہوں کہ کسی مسلمان کے مال کے درپے نہ ہوں، اگر اس بات کا خیال رکھا تو امید یہ ہے کہ فتوحات کے دروازے پے در پے کھلتے چلے جائیں گے، اگر اس امر سے تغافل برتا گیا تو میں ڈرتا ہوں کہ "آہِ مظلوماں" سدِّ راہِ مقصود نہ بن جائے

مکتوبِ ہفتم

بطرف

نجیب الدولہ بہادر

خدائے عزوجل آں راس المجاہدین، رئیس الغزاۃ امیر الامراء بہادر کو فتوحاتِ تازہ اور ترقیاتِ بے اندازہ سے مشرف و ممتاز کرے۔

فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد سلام محبت التزام کے واضح ہو کہ فقیر زادہ نے آنجناب کا ایک زبانی پیغام نواحی دہلی پر جاٹوں کے غلبہ اور اُن کی سرکشی کی بابت مجھ کو سُنایا اور اس بارے میں مفصل جواب کی درخواست کی۔ بنابریں یہ کلمات لکھے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ فقیر نے عالمِ رویا میں قوم جاٹ کا استیصال اُسی قسم کا دیکھا ہے جس طرح قوم مرہٹہ کا استیصال ہوا ہے، اور یہ بھی خواب میں دیکھا ہے کہ مسلمان جاٹوں کے دیہات اور قلعہ جات کو

مسلط ہو گئے ہیں اور وہ دیہات و قلعے مسلمانوں کی جائے بود و باش بن گئے ہیں۔ غالب گمان یہ ہے کہ رو ہیلے جاٹوں کے قلعوں میں اقامت گزیں ہونگے یہ چیز غیب الغیب میں مصمم و مقرر ہے، فقیر کو اس بارہ میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں ہے۔ لیکن ابھی تک عالم ملکوت میں صورتِ فتح ظاہر نہیں ہوئی ہے، جن خدا کے خاص بندوں کو اس کام پر قایم کیا گیا ہے اُن کی توجہ اور دعا کی ضرورت ہے

جب یہ بات واضح ہو گئی تو اب فقیر کا مشورہ یہ ہے کہ جنابِ عالی اعلاءِ کلمۃ اللہ اور تقویتِ ملتِ محمدیہ کی نیت منیفہ خاطر لیفہ پر کر لیں، اور مخالفین سے مقابلہ شروع کر دیں۔ جس دن گھر سے بقصدِ جنگ کوچ کریں فقیر کو اطلاع دیں تاکہ فقیر اس طرح جس طرح پر خداوند کریم نے اس کو تعلیم دی ہے متوجہ ہو۔

امید فضلِ خداوندی سے یہ ہے کہ فتح عجیب رونما ہو گی اور افواجِ مخالفین درہم برہم ہو جائیں گی۔ یہ بات ملحوظ رہے کہ جنگ اعداء اُتار چڑھاؤ رکھتی ہے کہیں ذرا سی خبر سے بد دل نہ ہو جانا۔ پیدائشِ حضرت آدم ع سے لے کر تا ایں دم کونسی ایسی فتح ہوئی ہے جو نشیب و فراز نہیں رکھتی تھی۔ اس بارے میں مبالغہ کرنا فقیر کی عادت میں داخل نہیں ہے۔ لیکن ایک نکتہ اور خیال میں رہے وہ یہ کہ بعض مردم ملوّ دجہ بظاہر

تمہارے اور تمہاری حکومت کے ملازم ہیں اور باطن میں اُن کا میلان مخالفین کی جانب ہے وہ نہیں چاہتے کہ مخالفین کی جڑ کٹ جائے، وہ ملازمین ہزار جتن اس معاملہ میں کھڑے کریں گے اور ہر طریقہ سے آں عزیز القدر کی نظر میں صلح کو آراستہ و پیراستہ کر کے دکھلائیں گے۔

دل میں یہ ٹھان لینا کہ اس جماعت کی بات نہ سنوں گا اور اُن کی باتوں کی طرف میلانِ طبع ہو گیا تو نصرت میں تاخیر ہو گی۔ فقیر اس چیز کو اس طرح جانتا ہے گویا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہے۔ والسلام

مکتوبِ ہشتم

بجانب
نجیب الدولہ بہادر

اللہ تعالیٰ راس المجاہدین، رئیس الغزاۃ، امیر الامراء بہادر کو فتوحاتِ تازہ اور ترقیاتِ بے اندازہ کے ساتھ مشرف کرے۔

فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی طرف سے بعد سلام محبت التزام کے واضح ہو کہ آپ کا مکتوبِ گرامی جنگ کی استعداد کے بارے میں اور اس بات کے[۳۳] استفسار کے سلسلہ میں پہنچا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت جاٹوں کے ساتھ مل گئی ہے اُن کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیئے۔

میرے عزیز! جاٹوں پر فتح عیب الغیب میں مقرر ہو چکی ہے، اس بارے میں کوئی اندیشہ دل میں نہیں لانا چاہیئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مرہٹوں کی طرح سے جونہی کہ مقابلہ ہوگا یہ طلسم ٹوٹ جائے گا۔ اگر مسلمانوں کی ایک جماعت

جاٹوں کے ساتھ ہے تو اس کا کوئی خیال نہ کریں۔ مجھے امید ہے کہ بجز اس کے کہ ظاہر میں دشمنوں کی کثرت نظر آئے اور کوئی تشویش پیش نہ آئے گی، اللہ تعالیٰ اُن مسلمانوں کے ہاتھوں کو جو غیروں کے ساتھ ہیں روک دے گا وہ جنگ نہ کر سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایسی یوں سمجھو کہ جس طرح شیر بکریوں کے گلے میں آجاتے ہیں اور بکریاں بھاگ جاتی ہیں، اسی طرح مخالفین کو بھاگتے بنے گی۔ دشمنوں کی کثرت سے اور دشمنوں کے ساتھ مسلمانوں کی رفاقت سے ڈرنا نہ چاہیئے اللہ تعالیٰ کا ارادہ سب پر غالب ہے، اگر مخالفین مکر وحیلہ کے ساتھ صلح کی گفتگو کریں تو اُن کی باتوں پر کان نہ دھرنا، اگر بعض ایسے مسلمان جن کی علماء دینِ محمدیؐ کے سلسلہ میں نسبت کمزور رہی ہے بڑے بڑے خطرے سامنے لا کر پیش کریں تو اُن کی بھی نہ سننا چاہیئے۔

اس کام میں بس آپ کی توجہ استعدادِ حرب کے بہم پہنچانے اور شدت کی طرف منعطف ہونی چاہیئے۔ میاں فقیر گل نے مسلمانوں کی بعض باتیں اور غلط اندیشے مفصل بیان کئے۔ تاکید مزید کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ جس وقت جنگ جاٹ کے لئے نکلیں، فقیر کو اطلاع دیں، انشاء اللہ تعالیٰ روانگی کے وقت سے لیکر فتح کے وقت تک دعائے دلی میں مشغول رہوں گا۔

والسلام

مکتوبِ نہم

بطرف نجیب الدولہ

اللہ تعالیٰ آں راس المجاہدین، رئیس الغزاۃ، امیر الامراء، کو مسندِ عزّت پر برقرار رکھ کر طرح طرح کی بھلائیاں ظہور میں لائے۔

فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد سلام محبّت التزام کے واضح ہو کہ ——— جو کچھ معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ اس دور میں تائیدِ ملّتِ اسلامیہ و اُمتِ مرحومہ آپ ہی جو کہ معدنِ خیر ہیں کے پردے میں ظہور کر رہی ہے۔ کسی طرح کا وسوسہ قلبِ گرامی میں نہ آنے پائے۔ تمام کام انشاء اللہ تعالیٰ دوستوں کی مراد کے مطابق ہوں گے۔ اور تمام دشمن غلبۂ قہرِ الٰہی سے پامال ہو جائیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حافظ جواہر خاں بہت نیک خصلت آدمی ہیں۔ .... پہلے بھی اس مضمون کی طرف اشارا کیا گیا تھا۔ والسّلام

مکتوبِ دہم

بنام

بندۂ مولّف یعنی شیخ محمدؐ عاشق پھلتیؒ

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلّمہ اللہ تعالیٰ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد سلام محبت التیام مطالعہ کریں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے خیر و عافیت دے رکھی ہے۔ دیگر آنکہ کل میں بعد از نمازِ جمعہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے مجلس سے اٹھ گیا تھا اور اس عزیز کو جلد رخصت کر دیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں ہجومِ خلق پریشان نہ کر دے پادشاہ اور اس کی والدہ آئے تھے۔ پہلے مسجد میں زنانے کا انتظام کیا گیا۔ اس صورت سے بادشاہ کے آنے کی غرض یہ تھی کہ بے تکلف ہو کر کچھ دیر ٹھہرے، تقریباً تین چار گھنٹے وہ بیٹھا کھانا بھی کھایا، اس کی زیادہ تر باتیں مخلوق خدا کی بھلائی کے کاموں میں مدد چاہنے سے متعلق تھیں۔ وہ اس بات پر افسوس کرتا تھا کہ اس نے اعتکاف کے زمانے میں جن باتوں کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا وہ آشکارا ہو گئیں اور یہ بھی دریافت

کرتا تھا کہ آیا مجھ سے کونسی ایسی لغزش ہو گئی جس کی وجہ سے صفائی قلب جاتی رہی، اس نے یہ بھی کہا کہ اس سے پہلے میں خواب میں مشاہدۂ جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوتا تھا، اب "زیارت" میسر نہیں ہوتی، درمیانِ گفتگو میں اپنی تین خوابیں ذکر کیں۔

پہلی خواب

اس نے کہا جس وقت رفیع الدولہ[۳۶] کو تختِ شاہی پہ بٹھایا گیا تھا اس وقت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ رفیع الدولہ کے بعد کون بادشاہ ہوگا؟ فرمایا کہ روشن اختر[۳۷] (محمد شاہ) میں نے عرض کیا روشن اختر کے بعد کون ہوگا؟ فرمایا ایک اور ہے جس کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے[۳۸] میں نے عرض کیا اس کے بعد کون ہوگا؟ فرمایا "تو"[۳۹]۔ پھر میں نے یہ دریافت نہیں کیا کہ میری حکومت کب تک چلے گی۔

دوسری خواب

جس وقت نادرشاہ کی طرف سے قتلِ عام واقع ہوا[۴۰] میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ گویا ایک حصار کھینچ رہے ہیں اور اشارہ فرما رہے ہیں میں نے عرض کیا حضور یہ کیا ہے؟ فرمایا کہ ایک زبردست آگ لگی ہے، میں نے حصار کر دیا ہے تاکہ قلعہ محفوظ رہے۔

تیسری خواب

میں نے خواب میں دیکھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کلغی دستِ مبارک سے تنبار فرما رہے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ تیرے واسطے بنا رہا ہوں۔

بادشاہ سے فقیر نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت ہونے کا طریقہ بیان کیا اور بادشاہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک کے تصور کے لئے کہا، اُس نے کہا کہ رفیع الدولہ اور روشن اختر والی خواب میں جو صورتِ مبارک دیکھی تھی وہ میرے ذہن میں حاضر ہے، فقیر نے کہا کہ اسی کو اپنے دل کے سامنے رکھو۔ اس گفتگو کے بعد مسجد میں فقیر کے ساتھ نماز پڑھ کر رخصت ہوا۔ والسلام

مکتوبِ یازدہم

بنام

بندہ مولف العینی شیخ محمد عاشق

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشینِ اسلاف کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ سے بعد از سلام مطالعہ کریں۔

الحمد للہ کہ اس حادثۂ عامہ میں عافیت نصیب ہوئی اس محلہ کو معلوم نہیں ہوا کہ مخالف کی فوج آئی تھی یا نہیں، نہ تو لوٹ ڈالنے والوں کی لوٹ سے کوئی اذیت پہنچی اور نہ اس ناوان و جرمانہ (النغر یری ٹیکس) سے جو حویلیوں پر ڈالا گیا تھا کوئی زیر بار ہوا۔

سابق میں عالمگیر نے جو کچھ کہہ دیا گیا تھا کہ اس فتنہ میں تم کو سلامتی حاصل رہے گی وہ بھی ظہور میں آیا۔ اکثر کی جائدادوں کی سندیں، (دستاویزیں) ضبط ہوگئیں مگر میری سند کہ دستخط کرکے مجھ کو واپس کردی

گئی ہے۔ اس وقت احمد شاہ دُرّانی جنگِ جاٹ کی طرف متوجہ ہے جو کچھ وقوع میں آئے گا بعد کو لکھا جائے گا۔ اہلِ شہر اپنے قتل ہونے سے تو محفوظ رہے، لیکن دولت کا مادّہ فاسدہ جن لوگوں کے مزاجوں میں پیدا ہو گیا تھا اس کا تنقیہ پورے طریقے پر ہو گیا۔ چنانچہ عبرت کی چیز ہے کہ جو لوگ جاہ و حشمت میں جس قدر زیادہ تھے، قید و ضرب اور سزا بھگتنے میں بھی وہی آگے آگے رہے۔ مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھنا چاہا وہ محفوظ رہا۔

والسلام

مکتوب دوازدہم

بنام

مولّف یعنی شیخ محمد عاشق پھلتیؒ

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشینِ اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد محبت کے مطالعہ کریں، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے خیر و عافیت عطا فرما رکھی ہے آج ایک افواہ سُنی گئی ہے جس نے یک گونہ تشویشِ خاطر پیدا کر دی وہ یہ کہ درّانی کی فوجیں بارہہ کی جانب روانہ ہو رہی ہیں اور یہ بات تشویش کا باعث ہے بھی۔

میرا ظنِ غالب یہ ہے کہ مہلت امد بوڈہانہ کی طرف جانے سے اُن فوجوں کو کوئی تعلق نہیں ہے، حاصلِ کلام فضلِ الٰہی سے اُمیدِ قوی ہے کہ خدا تم کو اور ہم کو تمام آفات سے محفوظ رکھے گا، اور یہی اطمینان دل میں موجزن ہے اگرچہ بحسبِ ظاہر کچھ نہ کچھ تشویش بھی ہوتی ہے اور تدبیرِ اصلاح کی جاتی ہے۔

والسّلام

مکتوبِ سیزدہم

بنام

مولف یعنی شیخ محمد عاشق رح

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشینِ اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد سلام کے مطالعہ کریں۔

خیر و عافیت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اور تمھیں ہمیشہ عافیت سے رکھے، آپ کا مکتوبِ گرامی پہنچا اور آپ کا موضع پھلت میں سلامتی کے ساتھ آنا معلوم ہوا۔ اللہ کا شکر ہے کہ خیریت سے وہاں پہنچے۔

دستور کے موافق اسال بھی اعتکاف میں داخل ہوا اس توفیق کے ملنے پر اور مزید احسانات کے دروازے کھلنے پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

جو باتیں واردات احوال کے قبیل سے ہیں ان کا لکھنا چنداں

لطف نہ دے گا باقی جو "معارف" اِگے قبیل سے باتیں ہیں وہ انشاءاللہ تعالیٰ بعد فراغتِ اعتکاف بشرطِ سہولت لکھی جائیں گی۔

جو کچھ فقیر کو معلوم ہو رہا ہے یہ ہے کہ احمد شاہ ابدالی مخالفین کی سرکوبی کے لئے پھر آئے گا — اور بعد تمام ہونے امر "وعدہ شدہ" اِکے شاید اسی سرزمین میں اپنی ودیعتِ حیات کو سپرد کرے گا، گناہوں کی کثرت اور لعنتی کاموں کے ہجوم کے باوجود اب تک جو کام کی نوعیت برقرار ہے غالباً اسی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ سوطائفتِ مخالفین کو تہس نہس کرنا ہے۔

والسّلام

مکتوب چہاردہم

بنام

بندۂ مولف الشیخ محمد عاشق رح

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام
شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ، فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد سلام کے
مطالعہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہوں اور اس سے دنیا اور آخرت میں
عافیت اور عفو مانگتا ہوں۔

گرامی نامہ مشکیں شمامہ پہنچا حقیقت مرقومہ واضح ہوئی ۔۔ کچھ ایسا
نظر آتا ہے کہ "طوائف الملوکی" ہوگی، فوجیں حرکت میں آئیں گی اور شہر تہ وبالا ہونگے
اللہ سے یہ دعا ہے کہ اس "حادثہ" میں مخالفینِ اسلام پر ہی مصیبت
پڑے اور "مٹھی بھر" مسلمان جوان بلادیں عزنا مر کی حیثیت سے پڑے ہوئے ہیں
محفوظ و مامون رہیں۔ "اللہ تعالیٰ قریب ہے اور دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے"۔

جو کچھ قضاء قدر میں ہے چار و ناچار ضرور ظہور میں آئے گا - اس جماعت کو خوشخبری ہو جو تسلیم و رضا کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہے، اپنے مقال سے بھی اور اپنے حال سے بھی، ایسی جماعت کو خوشخبری ہو کہ جب کبھی "ہوائے قدس" چلے گی اس کی حافظ و ناصر ہو گی -

"البتہ میرے کام کا بنانے والا اللہ ہے جس نے قرآن اُتارا اور وہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے" والسّلام

مکتوب پانزدہم

بنام

بندۂ مؤلف المعنی شیخ محمد عاشق رح

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلاف کرام۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی طرف سے بعد سلام مطالعہ کریں۔ خیر و عافیت پر شکر خداوندی ادا کرتا ہوں۔

سید فتح اللہ خاں کا خط پہنچا اُن کو یا حفیظ ابجد کے حساب سے ۹۹۸ مرتبہ پڑھنے کے لئے لکھا گیا۔ اور ختم سورۂ فیل ایک ہزار ایک بار اس طور پر کرنے کو کہا گیا کہ اس کے اول و آخر چند بار یہ الفاظ دہرائے جائیں اَللّٰھُمَّ صلِّ علیٰ سیّد القاھرین علیٰ اعداء رب العالمین۔ یعنی اے اللہ رحمت بھیج اس ذاتِ اقدس پر جو سردار ہے اللہ کے دشمنوں پر قہر کرنے والوں کی۔

چند "تعویذ سلاح" بھی بھیجے گئے اور اُن کے خط میں یہ فقرہ بھی

تحریر ہوا ہے ـــــ فقیر کے دل میں یہ بات آتی ہے کہ اگر یہ مسلمان دریا سے پار ہو کر ایک بار جماعتِ مرہٹہ پر حملہ کر دیں تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی مشاہدہ میں آئے گی، مخالفین طلسم کی طرح منتشر ہو جائیں گے

والسلام

مکتوبِ شانزدہم

بنام
شیخ محمد عاشق پھلتی رح

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد از سلام مطالعہ کریں ۔۔۔ نامۂ مشکیں شمامہ پہنچا، وہ دہشت جو اس طرف مخالفینِ اسلام کی فوج کے قریب آجانے کی وجہ سے پھیل گئی ہے، اس کا علم ہوا، رب العزت کی بارگاہ سے التجا ہے کہ قریۃ الصالحین پھلت کو جملہ آفات سے محفوظ رکھے۔

مکتوبِ مقدّسہ

بنام

مولّف (یعنی شیخ محمد عاشق پھلتی رح)

...... لکھا تھا کہ کیا اچھا ہو اگر اعتکافِ رمضان پھلت آکر کروں ـــ فقیر یہ بات دل سے چاہتا ہے لیکن شہر دہلی کے موجودہ ناسازگار حالات کے پیشِ نظر کہ یہاں روز نت نیا فتنہ کھڑا ہوتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں قسم قسم کا خوف لاحق ہوتا رہتا ہے ـــ مناسب نہیں ہے کہ اپنا گھر بار اور اپنے متعلقین کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے۔

وہی عربی کا مشہور مصرعہ مناسبِ حال ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ (کبھی) ہوائیں کشتیوں کی خواہش کے برخلاف چلتی ہیں۔

مکتوب ہشتدہم

بنام

مولف رشیخ محمد عاشق رحم ا

حقائق و معارف آگاہ، عزیز القدر سجادہ نشین، اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب بعد از سلام مطالعہ کریں۔ ....

اصل نقطہ یہ ہے کہ وقوعِ فتنہ یقینی ہے جب افواجِ ابدآلی کی آمد آمد کشمیر کی طرف سنی گئی تو وہ پوشیدہ خطرہ ظاہر ہوگیا، اور اس بارے میں مشورہ کیا گیا بعد مشاورت یہ طے پایا کہ جب نوبت لاہور تک پہنچے اُس وقت خاندان کو پھلت کی طرف روانہ کردیں، اس لئے کہ قبل پیدا ہونے فتنہ کے خواہ مخواہ کہیں کو چل پڑنا کم عقلی ہے اور ہجوم فتنہ کے بعد توقف کرنا گھمنڈ کی بات ہے، ابھی تک یہی بات دل میں ٹھان لی ہے جس کو اوپر ذکر کیا گیا ہے معلوم نہیں یہ بات جلد پیش آنے والی ہے۔ یا کچھ مدت کے بعد۔ .... والسّلام

مکتوب نوزدہم

بجانب مولانا سید احمد

(جو روہیلکھنڈ کے ساکن ہیں)

...... فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد از سلام

مسنون مطالعہ کریں۔

جو احباب وہاں سے یہاں آئے "آں سیادت مآب" کی تعریف اور شکریے سے تر زبان تھے وہ بیان کرتے تھے کہ آپ نے بادشاہِ اسلام کی حمایت و رفاقت کے واسطے نیز مسلمانوں کی لوٹ مار اور قتل ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے روہیلوں کے لشکروں کی اس عمدہ طریقہ پر تنظیم کی ہے کہ اس سے اچھی تنظیم خیال میں بھی نہیں آسکتی، ان باتوں کے سننے سے فقیر بہت ہی مسرور و خوشدل ہوا اور آپ کے لئے دنیا و آخرت میں بلندیٔ مرتبہ کی دعا بے ساختہ لبان سے نکلی۔

مکتوب بستم

بجانب

وزیر الممالک آصف جاہ

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ اس فقیر کے دل پر یہ امر واضح ہو گیا ہے کہ عالم ملکوت میں یہ بات مقرر شدہ ہے کہ مخالفین اسلام ذلیل و خوار ہوں گے بعد ازاں باغی لوگ رسوا اور خانہ خراب ہوں گے، اگر جناب عالی ان بدمعاشوں کے مقابلہ میں کمر ہمت باندھ کر آجائیں تو یہ تمام کارنامے جناب کی طرف منسوب ہونگے اور دنیا آپ کی تابعدار ہو جائے گی، اور ملت مرحومہ کے رواج اور مسلم حکومت کی استقامت کا باعث جناب عالی کو قرار دیا جائے گا۔

کوشش تھوڑی اور فوائد عظیم الشان مرتب ہوں گے، اگر آنجناب کوشش نہ فرمائیں گے تو یہ تمام مخالف عنصر آسمانی حادثات سے ہلاک و مضمحل ہو جائے گا۔ اس صورت میں جناب عالی کی طرف کوئی نیک نامی کی بات منسوب نہ ہو سکے گی۔

(ترجمہ شعر فارسی) اے محبوب اصل میں تو تیری زلف کا کام مشک افشانی کرنا ہے، لیکن مصلحت کی بنا پر "آہوئے چین" کی طرف مشک کو منسوب کر دیا گیا ہے۔"

چونکہ یہ حقیقت بالکل یقینی ہے اس لئے آں عزیز القدر سے بے اختیار کہی گئی اور لکھی گئی، وقت کو غنیمت جانیئے اور مخالفین کے مقابلہ میں جد و جہد کرنے میں ذرہ برابر کوتاہی جائز نہ رکھئے۔ کچھ عرصہ کے بعد کام خود بخود واضح ہو جائیگا۔

(ترجمہ شعر عربی) ۱۵۱ھ

جس وقت گرد و غبار ہٹے گا تو عنقریب دیکھ لے گا کہ تیری سواری میں گھوڑا تھا، یا گدھا یعنی عنقریب حقیقت حال کھل جائے گی۔

چونکہ ایک امر حقیقت کا اظہار مطلوب تھا، اور درستی و خیر خواہی مقصود تھی، اس لئے کسی قدر مبالغہ سے بھی احتراز نہیں کیا گیا، اس سے زیادہ کھول کر بات کہنا مشکل ہے۔

گوئے توفیق و کرامت درمیاں افگندہ اند
کس بمیداں در نمی آید سواراں را چہ شد ۱۵۲ھ

یعنی توفیق و کرامت کی گیند درمیان میں ڈال دی گئی ہے سواروں میں سے کوئی بھی میدان میں نہیں آتا آخر یہ کیا ہو گیا ہے؟ وہ بات جو کہ اپنے رازداروں سے در پردہ کہا کرتا ہوں اس مقام پر بے پردہ لکھی گئی ہے تا کہ

عذر کا موقع باقی نہ رہے۔ والسلام والاکرام

مکتوبِ بست ویکم

بنام

وزیر الممالک آصف جاہ

...... بعد حمد و صلوٰۃ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے واضح ہو کہ ـــــ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے شجر اقبال کے نئے میوے، کو مبارک و مسعود کرے اور اس درختِ سعادت (آپ) کی پرورش میں بے اندازہ پرورشیں عطا فرمائے، آمین۔ بقیۃ الکلام یہ ہے کہ حکیمِ مطلق جل شانہٗ نے آدمی کو دو چیزوں سے مرکب فرمایا ہے، ایک بدن عنصری جو کہ حسی خواہشوں کا متقاضی ہے، دوسرے رُوح جو کہ عقائدِ حقّہ اور اعمالِ نافعہ کی خواہشمند ہے۔ یقینی طور پر آدمی کی سعادت بھی جسم و روح دونوں سے متعلق ہے، فطرتِ سلیمہ رکھنے والے حضرات دونوں قسم کی سعادتیں جمع کرتے ہیں، فقط ایک قسم پر اکتفا نہیں کرتے۔ جس طرح غذائے رُوح ضروری ہے اسی طرح غذائے جسم بھی ضروری ہے) کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے نہ ہونے سے مزاج روح درہم برہم ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں سے مظالم کا دفعیہ کرنا اور دین کی اشاعت کرنا، نیز رسومِ نیک جاری کرنا سراپا سعادت در سعادت ہے۔

والسّلام

مکتوب بست و دوم

بجانب
وزیر الممالک آصف جاہ

خدائے تعالیٰ بے نہایت ترقیات عطا فرمائے اور دونوں جہاں کی نعمتوں سے خوش اور دونوں جہاں کی مصیبتوں سے محفوظ رکھے ـــــ بعد اس دُعا کے واضح ہو کہ بابا فضل اللہ نے ہم سے بعض باتوں کا استفسار کیا فقیر کے دِل میں یہ آیا کہ اُن باتوں کا جواب بزبانِ قلم واضح کیا جائے۔

یہ تمام سختیاں جو ظاہر ہو رہی ہیں فقیر کے اعتقاد میں اس کا سبب وہ کوتاہی عمل ہے جو جنگ مرہٹہ کے سلسلہ میں اختیاری یا اضطراری طور پر واقع ہوئی جن دنوں فقیر نے آگاہ کیا تھا اس وقت کام ہوتا تو عجیب عجیب رحمتیں پیش گاہ خداوندی سے (وقت کی سازگاری کی وجہ سے) بارش کی طرح برس جاتیں، اگرچہ محسوس ایسا ہوتا ہے کہ تقدیر یہ حوادث کو شامل ہے لیکن کارخانۂ حکمتِ الٰہی میں ہر کام کسی نہ کسی خیر سے وابستہ ہے۔

خیر جو بات گذر گئی وہ گذر گئی ——

فتنۂ قطب خاں افغان کے متعلق اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ اُمید ہے کہ عنقریب ختم ہو جائے گا۔ ظاہر ایسا ہوتا ہے کہ یہ شخص سرسبز نہیں ہوگا اور اپنے باطل مدعا کو حاصل نہ کر سکے گا، جو کچھ فقیر کو معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آں عزیز القدر منصور و مظفر اور محفوظ و محظوظ ہیں۔

بادشاہ کا باہر جانا مناسب نہیں، اُن کا یہیں رہنا بہتر ہے، البتہ شاہزادوں میں سے آپ جس کو چاہیں آپ اپنے ہمراہ لے لیں، بقیہ کلام یہ ہے کہ آں عزیز القدر کو خدائے عزوجل نے ہندوستان پر جو تسلط بخشا ہے، ہم لوگ بڑی بڑی اُمیدیں قایم کئے بیٹھے ہیں کہ آپ کے ذریعہ رفع مظالم، تغیر رسوم بد، ترویج دینِ حق، اقامتِ امرِ خیر، اشاعتِ علم و نماز و روزہ یہ سب کچھ عمدہ طریقے پر ہوگا اس لئے کہ آپ کے اندر ایک عجیب شان اور سعادت محسوس ہوتی تھی، اور آپ کا مزاج بھی صلاحیت، ذکاوت اور رغبتِ امورِ خیر لئے ہوئے معلوم ہوتا تھا ——

شاید مقتضیاتِ زمانہ کی وجہ سے ابھی تک مذکورہ بالا امورِ خیر میں سے کسی کا ظہور نہیں ہو سکا۔ خدا کرے کہ اس کے بعد تلافی مافات ہو جائے —— اس قدر البتہ گذارش ہے کہ فی الحال جس قدر طاقت ہو گرانیٔ غلہ دور کرنے میں سعیٔ بلیغ فرمائیں، اور اطرافِ عالم میں جو لوٹ مچ رہی ہے اس کو حتی الامکان ختم کرنا بھی ضروری ہے۔ والسلام

مکتوبِ بست و سوم

بطرف

تاج محمد خاں بلوچ

رفعت و عوالی مرتبت عزیز القدر نواب تاج محمد خاں محفوظ و محظوظ اندر بہ نظرِ عنایتِ خداوندی ملحوظ رہیں، فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد سلام محبت التزام کے واضح ہو کہ ——— آپ کا مکتوبِ گرامی جاٹوں کی سرکشی سے متعلق پہنچا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُمید یہ ہے کہ وہ مخالف کو پامال کر دے گا، خاطر جمع رکھیں ——— اندریں حالت ضروری ہے کہ:-

آں عزیز القدر موسیٰ خاں اور دیگر جماعتِ مسلمین کے ساتھ موافقت کریں اور آپس میں دوستی و یکجہتی کو کام میں لائیں، اور اپنی طاقت کو دشمنوں کے مقابلہ میں صرف کریں۔ غالب اُمید ہے کہ اجتماعِ مسلمین اور اُن کی حسنِ نیت کی برکت سے تازہ فتح نصیب ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ عظیم میں فرماتا ہے اِنْ تنصروا اللہ ینصرکم ۔ یعنی اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو وہ تمہاری

مدد کرے گا۔

اس زمانے میں دشمنانِ دین کے غالب ہونے اور مسلمانوں کے مغلوب ہونے کا سبب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ مسلمان اپنے اغراضِ نفسانی کو درمیان میں لاتے ہیں، اور ہنود کو اپنے کاروبار میں دخیل بناتے ہیں ظاہر ہے کہ ہنود غیر مسلموں کا استیصال گوارا نہ کریں گے، دور اندیشی اور تحمل محمود شے ہے لیکن اتنی نہیں کہ غیر مسلم مسلمانوں کے شہروں پر غالب آتے چلے جائیں اور ہر روز نیا ایک شہر پر قبضہ کرتے رہیں، یہ وقت تحمل اور مصلحت اندیشی کا نہیں ہے۔ یہ وقت خدا پر بھروسہ کرنے، اور استعدادِ حرب ظاہر کرنے اور غیرتِ مسلمانی کو جوش میں لانے کا ہے اگر آپ ایسا کریں گے تو اغلب ہے کہ "نسیم نصرت" چلنی شروع ہو جائے گی۔ فقیر جو کچھ جانتا ہے وہ یہ ہے کہ جنگ جاٹ ایک طلسم ہے کہ اول اول خوفناک خطرناک معلوم ہوتی ہے جس وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت پر پورا پورا توکل و اعتماد کر کے اس جانب توجہ واقع ہو گی تو ظاہر ہوگا کہ سوائے نمائش کے وہاں کچھ نہ تھا، امید کہ اپنے حالات اور استعدادِ حرب کی کیفیت سے اطلاع دیتے رہا کریں گے۔ یہ چیز دعائے محافظت و نصرت میں ممد و معاون اور سلسلہ جنباں ہو گی۔

والسّلام

مکتوب بست و چہارم

بطرف

نواب مجد الدولہ بہادر

خدائے عزوجل محفوظ و محفوظ اور اپنی چشمِ عنایت میں آپ کو ملحوظ رکھے۔ اس وقت آپ کا والا نامہ پہنچا جس میں رودادِ لشکر اور ان ضعیف رایوں کی تفصیل تھی جن کو لوگ اپنے دماغوں میں پکا رہے ہیں۔

عزیز القدر من! فقیر اس قدر جانتا ہے کہ عالمِ ملکوت میں مرہٹہ و جٹ کا استیصال مصمم ہے اور وہ بعض اشخاص جن کی توجہ کو اس قسم کے امور کے حل و عقد میں عنایت فرمایا گیا ہے، ان مخالفین کے استیصال کی دعا کرنے کے لئے برابر مامور ہیں، اگر یہ بات نہ ہوتی تو دن بدن آپ کے دل میں ان کے استیصال کا جذبہ موجزن نہ ہوتا۔

اگر اس بدبخت کا آنا متحقق ہوا جو کہ سلطنتِ تیموریہ کی تخریب کے درپے ہے تو قولِ خداوندی "اِنَّ کیدی متین" یعنی میری

تدبیر بڑی مضبوط ہے ـــــ کا مصداق بھی یقینی طور پر ظاہر ہوگا۔ اطمینان رکھیں۔ والسّلام۔

مکتوب بست و پنجم

بطرف

نواب عبداللہ خاں کشمیری

آپ کو خدائے عزوجل محفوظ و محظوظ اور اپنی چشم عنایت میں ملحوظ رکھے۔

گرامی نامہ پہنچا ـــ آپ نے علاقہ جاٹ میں اقامت کرنے کے لئے دریافت کیا تھا ـــ عزیز القدر! ـــ ایک جماعت کے دل پر بار بار ہر دو گروہ کے استیصال کے لئے دعا کرنے کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے، ہرگز ان کے درمیان سکونت پذیر نہ ہونا چاہیئے۔ اگر اس زمانہ میں حج کا ارادہ کرلیں سب سے بہتر رہے گا ـــ دنیا میں بھی اور آخرت کے لحاظ سے بھی۔ اگر ممکن ہوسکے تو وہاں سے منتقل ہونا ضروری ہے۔ اگر حج بیت اللہ کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ واپسی کے بعد بہت سے فائدے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کریں گے۔ یہ فتنہ کا زمانہ ہے کیوں خواہ مخواہ خوف و خطر میں اپنے آپ کو رکھا جائے۔

والسلام

مکتوب بست و ششم

بجانب

حافظ جار اللہ (پنجابی)

.... دہلی میں ایک حادثۂ عظیم واقع ہوا، قوم جاٹ نے دہلی کے شہر کہنہ کو لوٹا اور حکومت اس فساد و شرارت کو دفع کرنے سے عاجز رہی، انھوں نے مال لوٹے، عزت و ناموس کو برباد کیا، اور مکانات کو آگ لگائی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مع اہل و عیال و مال و مکانات کے ان کے دست ستم سے محفوظ رکھا.......... اور یہ لوٹ مار کا حادثہ اوائل رجب سنہ ۱۱۶۱ھ میں ہوا، اور آخر شعبان تک باقی رہا۔

حواشی

و

تعلیقات

حواشی

سلہ حدیثِ نبوی ہے :-

"انما الدین النصح" ابو الشیخ فی التوبیخ عن ابن عمر۔

ملاحظہ ہو الجامع الصغیر، سیوطی (مطبع میمنیہ مصر ۱۳۲۱ھ) جلد اول صفہ ۸۹

سلہ۲ سر جدو ناتھ سرکار کا خیال ہے

"اورنگ زیب کی شمالی ہندوستان سے غیر حاضری کا فائدہ سب سے پہلے جاٹوں نے اٹھایا...... اُنھوں نے سب سے پہلے سلطنت کی فوجوں کا مقابلہ کیا، اور عسکری طرز پر اپنی تنظیم شروع کردی، ہر جاٹ کسان کو تلوار چلانی سکھائی جاتی تھی اور اس کو بندوقیں وغیرہ دی جاتی تھیں، جاٹوں نے حملہ کرنے کے جو آتے اور لوٹ مار کا مال جمع کرنے کے لئے جو مرکز بنائے تھے وہ گڑھیاں کہلاتی تھیں، یہ چھوٹے چھوٹے قلعے ہوتے تھے جو گھسان جنگلوں میں بنائے جاتے تھے۔ مٹی کی دیواروں سے اُن کو اتنا مضبوط اور مستحکم کرلیتے تھے کہ توپ خانہ کا مقابلہ کرسکتے تھے" ملاحظہ ہو تاریخ اورنگ زیب' جلد پنجم صفحہ ۲۹۶-۷

۵۳ - خالصہ سے مراد وہ علاقہ ہے جو براہ راست مرکزی حکومت یعنی بادشاہ کے تحت ہوتا تھا اس کے محاصل بادشاہ اپنے افسران کے ذریعہ وصول کرتا تھا۔ اس کے برخلاف جاگیر کا علاقہ ہوتا تھا جس کے محاصل جاگیردار وصول کرتے تھے اور جس کا براہ راست مرکزی حکومت سے کوئی تعلق نہ ہوتا تھا۔ ملاحظہ ہو۔

R. P. Tripathi 's
Some Aspects of Muslim Adm: p 308

دہلی کے ہر صاحب بصیرت فرمانروا کی یہ کوشش رہی ہے کہ خالصہ کا علاقہ بڑھایا جائے، ایسی صورت میں بادشاہ، صوبائی گورنروں اور جاگیرداروں کے رحم وکرم پر نہیں رہتا اور مرکزی دفاتر اور محلات شاہی کے اخراجات کے لئے جس قدر رقومات کی ضرورت ہوتی ہے وہ براہ راست بادشاہ کو ملتی رہتی ہیں، اگر صوبائی حکومتیں یا جاگیردار بادشاہ کے خلاف بغاوت کریں یا محاصل ادا نہ کریں تو بادشاہ پر فوری اثر نہیں پڑتا۔

ضیاء الدین برنی، مبارک شاہ خلجی کی ایک سیاسی غلطی کا ذکر کرتا ہے۔

"بسے دیہا و زمین ہا کہ در عہد علائی بخالصہ باز آوردہ بودند در عصر او مردماں یافتند" (تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۳۰۲-۳)

بابر جب ہندوستان آیا تو اس نے اپنے افسران کو جاگیریں ضرور دیں، لیکن خالصہ کا بڑا خیال رکھا، مثلاً بہار کی جاگیر محمد زماں کو دی، لیکن ایک کروڑ اور ۲۵ لاکھ کے محاصل کا علاقہ

خالصہ قرار دے دیا۔

(ملاحظہ ہو Memoirs of Baber p. 663)

شاہ ولی اللہ صاحب کے زمانہ میں خالصہ کی کمی سے بادشاہ کی زندگی پر جو اثر پڑا تھا، اس کا حال ایک معاصر مورخ، مصنفؔ تاریخ عالمگیر ثانی کی زبانی سنیئے۔ لکھتا ہے

"صوبہ دہلی کے پرگنے اور چند دیگر صوبوں کے پرگنے جو خالصہ میں شامل تھے اور جن سے بادشاہ کے ذاتی ملازمین کی تنخواہیں ادا ہوتی تھیں، اب ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ سہارنپور جس کے محاصل جاگیرداروں کے حوالے کر دیئے گئے تھے، اب نجیب خاں روہیلہ کے قبضہ میں تھا، آگرہ کے قریب کے علاقے جاٹوں کے پاس تھے سورجمل کے بیٹے جواہر سنگھ نے نارنول وغیرہ کے علاقوں پر تسلط کر لیا تھا، نتیجہ یہ تھا کہ ایک محل بھی خالصہ میں نہ تھا، ..... نوبت باینجا رسید کہ بادشاہ کے دسترخوان کے لئے بھی روپیہ نہ رہا۔ بیگمات بہت سے اخراجات اپنی جیب خاص سے کرتی تھیں"۔

(تاریخ عالمگیر ثانی قلمی نسخہ ص ۲۹ - ۲۸ - ۲۳)

نیز ملاحظہ ہو Sarkar: Fall of the Mughal Empire II p. 35

سکہ جاگیر کا علاقہ بڑھانے سے مرکزی حکومت کے استحکام میں فرق آ جاتا ہے، سلطنت کے اجزا میں نظم و ضبط کا اعلیٰ معیار قائم نہیں رہ سکتا، مرکزی حکومت، جاگیرداروں کے رحم و کرم پر ہوتی ہے، فلسفۂ تاریخ کا ایک ناقابلِ تردید اصول ہے کہ :-

"The more the jagirs, the more unhappy is the peasant and unstable is the government."

یعنی جتنی زیادہ جاگیریں ہوں گی اتنی ہی حکومت کمزور، اور کاشتکار پریشان ہوں گے۔

شاہ صاحبؒ کی نگاہ حقیقت بیں تھی، اُنھوں نے جاگیرداری کو بالکل ختم کرنے کا مشورہ نہیں دیا کہ ایسی صورت میں جاگیردار، حکومت کے خلاف متحد ہو جاتے، اور سیاسی ابتری اور انتشار میں اضافہ ہو جاتا۔ شاہ صاحبؒ مشورہ دیتے ہیں کہ چھوٹے منصب داروں کو جاگیریں نہ دی جائیں اور پھر اس کی وجوہات بتاتے ہیں۔

۵۔ منصب داری کے مختلف پہلوؤں کے تفصیلی مطالعہ کے لئے ملاحظہ ہو

Abdul Aziz: "The Mansabdari System and the Mughal Army"

C.S.K. Rao Sahib: Some notes on Mughal Mansabs, J.I.H. XVI p.50-62.

۶۔ "حقِ نمک" کو قرونِ وسطیٰ کے سیاسی اور سماجی نظام میں ایک ناقابلِ تردید اخلاقی اصول کی اہمیت حاصل تھی۔ نمک حرامی کو بدترین اخلاقی جرم سمجھا جاتا تھا۔ راحت المحبین میں حضرت نظام الدین اولیاء کا قول نقل کیا گیا ہے۔

"بزرگ حقے است حقِ نمک ... حقِ آں نگاہ تواند داشت"

قلمی نسخہ ۷ (ب)

برنی (صفحہ ۵۴۵ / ۵۰۳) عفیف (ص ۶۶) تاریخ مبارک شاہی صفحہ ۸۶

تاریخ داؤدی (ص ۳۴۴) ایلیٹ) وغیرہ سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

پروفیسر محمد حبیب صاحب نے "خزائن الفتوح" کے مقدمہ میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے

ملاحظہ ہو:- The Campaigns of Sultan Alauddin Khalji, p. XV

اٹھارویں صدی میں نمک حرامی کو ایک آرٹ بنا لیا گیا تھا، اس صدی کی ساری تاریخ نمک حرامی اور غداری کی ایک طویل داستان ہے، کمزور فرماں روا، ایسے سیاسی اور اخلاقی مجرموں کو سزا نہیں دیتے تھے، اس کے اثرات عوام پر بُرے پڑتے تھے۔ شاہ صاحبؒ کے خیال میں سیاسی زندگی کی بہتری کا راز "نمک حرامی" کے خاتمہ میں تھا۔

اٹھارویں صدی میں مغل فوجوں کی حالت انتہائی خراب تھی، نظم وضبط اور فرمانبرداری کے بجائے بدنظمی اور حکم عدولی عام ہوگئی تھی۔ ہمرولڈ ہےبگ نے لکھا ہے۔

"سلطنت کے زوال کا ایک بڑا سبب فوجوں کی بدنظمی اور بے قاعدگی بھی تھی..... فوج کے اعلیٰ افسران آپس میں لڑتے رہتے تھے... دشمنوں سے پوشیدہ خط وکتابت کرتے تھے..... عام بدنظمی نے فوج کو ایک بے ترتیب ہجوم کی صورت دے دی تھی، نہ کوئی عسکری تربیت تھی نہ نظام... غیر حاضری

کی سزا بہت دی جاتی تو ایک دن کی تنخواہ کاٹ لی جاتی... فوجی جرائم کے لئے کوئی سزا نہ تھی، افسر کبھی بہت ہی زیادہ غصہ ہو جاتا تو گدھے پر بٹھا کر کیمپ میں گھوادیتا...... اس فوج میں نہ فاتحانہ عزم تھا نہ کوئی سپاہیانہ جذبہ"

Cambridge History of India Vol IV p. 374-76

نیز ملاحظہ ہو Irvine: The Army of the Indian Mughals. p. 296-299.

۵۸ احمد شاہ (۱۷۴۸-۱۷۵۴) کے زمانہ میں تین سال تک فوجیوں کی تنخواہیں ادا نہیں کی گئیں، مجبور ہو کر سپاہیوں نے شورش کی، محلوں کے دروازے روک کر کھڑے ہو گئے۔ ایک امیر کا جنازہ چار دن تک پڑا رہا، اور فوجیوں نے اس وجہ سے دفن نہ ہونے دیا کہ اس نے تنخواہیں ادا نہیں کی تھیں۔ شاکر خاں پانی پتی نے لکھا ہے کہ احمد شاہ کے زمانہ میں محلات شاہی کے ساز و سامان کی فہرست بنا کر دکانداروں کو دی گئی تھی، تاکہ اس کو فروخت کر کے سپاہیوں کی تنخواہیں ادا کر دی جائیں (تذکرہ شاکر خاں قلمی، صفحہ ۳۶)

Fall of the Mughal Empire

نیز ملاحظہ ہو Vol II p. 346-347.

فوجیوں کے افلاس کا اندازہ مصنف "تاریخ عالمگیر ثانی" کے اس بیان سے ہوتا ہے۔

"فوجیوں نے افلاس سے تنگ آ کر اپنے گھوڑے بیچ دیئے تھے، پیدل فوج کے پاس وردیاں نہ رہی تھیں، جانوروں کو چارہ نہ ملتا تھا اس وجہ سے وہ مرنے لگے تھے، فوجی اپنے گھروں سے باہر نہ نکلتے تھے، اور بعض اوقات شاہی

سواری کی ہمراہی میں بھی نہ ہوتے تھے" تاریخ عالمگیر ثانی (قلمی) ص ۱۵-۲۳ وغیرہ

نیز ملاحظہ ہو

Fall of the Mughal Empire Vol II p 37

۹ھ مرکزی حکومت کی نااہلی اور بادشاہوں کی سستی اور عدم توجہی کی اس سے بڑھ کر مثال ملنی مشکل ہے کہ اُنھوں نے خالصہ کے علاقہ میں بھی ٹھیکہ دینے کی رسم جاری کردی تھی، اوّل تو اس زمانہ میں خالصہ کا علاقہ تھا ہی کتنا یعنی دہلی سے پالم تک۔ پھر جب اس کے محاصل وصول کرنے میں بھی بادشاہوں کو دقت ہونے لگے تو قبلۂ جہانداری کو تارتار کر دینا ہی بہتر ہے۔ بابر کے سیاسی تدبر کا ذکر اس سے پہلے (نوٹ ع۳) میں گذر چکا ہے کہ اس نے بہار میں بھی خالصہ کا علاقہ رکھا، اُسی کے جانشین یہ تھے کہ دہلی کے خالصہ کا انتظام کرنے سے معذور تھے۔

۹س ۵ھ۔ اس خط کے عنوان میں مکتوب الیہ کا نام ظاہر نہیں کیا گیا، لیکن اس کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا مخاطب احمد شاہ ابدالی ہی ہے۔

(الف) شاہ صاحب رح نے شروع میں ہندوستان کے حالات اور واقعات جس طرح بیان کئے ہیں اُن کا مخاطب ایک غیر ملکی ہی ہو سکتا ہے ہندوستان کے کسی بادشاہ کو اس طرح جغرافیائی اور تاریخی تفصیلات بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔

(ب) اسی خط میں فرماتے ہیں۔ " لاجرم بر آں حضرت فرضِ عین است

قصدِ ہندوستان کردن ؂

(س) چونکہ احمد شاہ ابدالی کو یہ خط لکھ رہے ہیں اس لئے جہاں مغل بادشاہ احمد شاہ کا ذکر آیا ہے وہاں پسر محمد شاہ لکھا ہے

(ش) نجیب الدولہ کے نام خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو احمد شاہ ابدالی کے حملوں کا علم رہتا تھا۔

۹ الف ۔ شاہ صاحبؒ نے جن صوبوں اور حکومتوں کا یہاں ذکر کیا ہے اُن کے مختصر تاریخی حالات کے لیے ملاحظہ ہو

"تاریخ فرشتہ"، جلد دوم

طبقاتِ اکبری جلد سوم

۱۱ ۔ گجرات کا صوبہ جغرافیائی، اقتصادی، تجارتی، عسکری اور سیاسی اعتبار سے نہایت اہم تھا، دکن پر تسلط قایم رکھنے کے لئے اس پر اقتدار رہنا ضروری تھا مغلیہ بادشاہوں نے اس علاقہ کو اپنے قبضہ سے نکال کر جس سیاسی بصیرت کے فقدان کا ثبوت دیا اُس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

Irvine : Later Mughals
Vol II p. 165 - 215

۱۲ ۔ صوبہ مالوہ، جمنا سے نربدا تک پھیلا ہوا تھا، اس کے مغرب میں راجپوتانہ اور مشرق میں بندھیلکھنڈ تھا۔ سلطنتِ مغلیہ کے تحت اس کی جغرافیائی پوزیشن اہم

زراعتی اہمیت بے حد زیادہ تھی، جنوبی اور شمالی ہندوستان کے درمیان یہ کڑی

کی مانند تھا۔ افیون، گنّا، انگور، چھالیہ وغیرہ کی زبردست کاشت یہاں ہوتی

تھی۔ صنعت وحرفت میں گجرات کے بعد اس کی اہمیت سب سے زیادہ تھی، شمالی

ہندوستان سے دکن کو جانے والی فوجوں کو مالوہ سے ہی گزرنا پڑتا تھا، مرہٹوں

اور شمالی ہندوستان کے درمیان یہ پشتے کی مانند تھا، اس کے نکل جانے کے بعد

مرہٹوں کا طوفان کف بردہان اُمنڈنے لگا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

Raghubir Sinh : Malwa in Transition p 109-111

Irvine : Later Mughals Vol II p. 242- 245.

سے ۱۳ مرہٹوں نے اپنا اقتدار کس طرح بڑھایا؟ اس کے لئے ملاحظہ ہو

Sarkar : Fall of the Mughal Empire Vol I p. 67-76 کا

"How the Maratha power spread over the Mughal Empire"? سیکشن —

مرہٹوں کے اقتدار کا عوام پر اقتصادی اثر کیا پڑا؟ طباطبائی نے لکھا ہے:

"ہیلنے دارند کہ ہرجا دست یابند وجوہِ معاش جمیع خلقِ خدا بند کردہ

بطرفِ خود می کشند زمینداری ومقدمی وعملِ پٹیلی گری باقد مین

نگذاشتہ، اساسِ دارشان کارہائے مذکورہ را از بیخ وبن برکندہ بنیاد

دخل و تصرف خود قائم کنند،، سیر المتاخرین ۔

اس کے بعد صاحب "سیر المتاخرین" نے ایک زبردست معاشی اور اقتصادی حقیقت کو اس طرح مذہبی انداز میں بیان کیا ہے۔

"رازقِ مطلق تعالیٰ شانہ' کہ روزی رسانِ ہند و مسلمان است براتِ رزق اصنافِ خلائق بر ہمیں زمین نوشتہ، تمام ایں مملکت بر یک قوم بہ طور مسلّم نوا ند ماند"	رازقِ مطلق اللہ تعالیٰ جو ہندو مسلمان دونوں کا روزی پہنچانے والا ہے، اسی نے ہر ایک کی روزی کا حصہ اسی سرزمین (ہند) میں مقرر فرمایا ہے، یہ سلطنت کس کا ایک قوم کے فائدہ کیلئے کس طرح مخصوص کی جا سکتی ہے

۱۴- چوتھ سے مراد لگان کا وہ چوتھائی حصہ ہے جو مرہٹے جبراً مغلیہ سلطنت کے اُن دور افتادہ علاقوں سے وصول کرتے تھے جو ان کے رحم و کرم پر تھے۔

مورخوں نے اس کی نوعیت کے متعلق مختلف رائیں ظاہر کی ہیں۔ راناڈے نے لکھا ہے کہ اس کی ادائیگی کے بعد وہ علاقے کسی تیسری طاقت کے حملوں سے محفوظ ہو جاتے تھے اور یہ بالکل ولزلی کے Subsidiary System کی مانند تھا

سرکار کا خیال ہے کہ اس ٹیکس کے دینے کے بعد صرف مرہٹوں کے حملوں سے نجات مل جاتی تھی۔ مرہٹوں پر دوسری طاقتوں کے حملہ سے بچانے کی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی تھی، چوتھ، ڈاکوؤں کو خریدنے کا ایک طریقہ تھا،، سارڈیسائے نے

لکھا ہے کہ یہ خراج تھا جو مفتوحہ علاقوں سے لیا جاتا تھا۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

Sarkar: Shivaji and his Times
p. 407-408
Sarkar: History of Aurangzeb
Vol IV p. 262-3
Sen: Military System of the Maratha
p 28-53
Sen: Administrative System of the Marathas, p. 111.

ص ۱۵۔ سخت ناانصافی ہوگی اگر یہ سمجھا جائے کہ شاہ صاحب غیر مسلم جماعتوں سے تعصب کی بنا پر یہ لکھ رہے ہیں، مرہٹوں کی ہنگامہ آرائیوں سے ہندو اور مسلمان سب ہی متاثر ہوتے تھے۔

بنگال کا مشہور شاعر گنگارام، بنگال پر اُن کے حملوں کا حال لکھتا ہے

"برگیوں نے دیہاتوں کو لوٹنا شروع کر دیا..... کچھ لوگوں کے انھوں نے ہاتھ، ناک اور کان کاٹ لئے، کچھ کو مار ڈالا، خوبصورت عورتوں کو وہ رسیوں میں باندھ کر لے گئے، جب ایک بار گی زنا کر چکتا تھا تو دوسرا کرتا تھا۔ عورتیں چیخیں مارتی تھیں..... انھوں نے گھروں کو آگ لگا دی اور ہر طرف لوٹ مار کرتے ہوئے گھومے۔"

سر جدوناتھ سرکار نے گنگارام کی یہ عبارت نقل کی ہے اور لکھا ہے

کہ مرہٹوں کی زنا کے معاملہ میں بہت بری شہرت تھی۔ ملاحظہ ہو

Fall of the Mughal Empire Vol I p. 87.

پرتگالی مصنفوں نے بھی مرہٹوں کی ان حرکتوں پر کانوں میں انگلیاں دی تھیں

ملاحظہ ہو۔ Pissurlencar:

Portugueses e, Maratas (ii) p. 49.

بنگال کے ایک مشہور پنڈت ونیشور ودیاپتی نے ۱۷۴۴ء میں مرہٹوں کے

ہنگاموں اور مظالم کا ذکر نہایت درد انگیز لہجے میں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو

Fall of the Mughal Empire I p. 88.

ان سب بیانات کے پیش نظر، شاہ صاحب کے اس جملہ پر غور کیا جائے

تو اس کی صداقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

ص ۱۶۔ جمنا کے جنوبی علاقہ میں آگرہ سے دہلی تک جاٹ آباد تھے، ان کی مشرقی سرحد چنبل تھی

اس علاقہ میں ان کی ہنگامہ آرائی کا یہ عالم تھا کہ مرکزی حکومت کا ناک میں دم آگیا تھا

بقول سرکار "دہلی اور آگرہ کی سڑک پر ایسا کانٹا برداشت نہیں کیا جاسکتا

تھا" Fall, Vol I p 369 دہلی سے آگرہ نقل و حرکت

میں بڑی احتیاط برتنی پڑتی تھی، دکن کو اجمیر ہوتی ہوئی جو فوجیں جاتی تھیں وہ اسی

علاقے سے گذرتی تھیں۔

بہادر شاہ کے زمانہ میں اس سڑک کی مخدوش حالت کا اندازہ دستور الانشاء

کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو دستور الانشاء از یار محمد۔ ص ۱۳۰

سنہ ۱۷۱۲ء میں جب ڈچ نمائندے اس علاقہ سے گذرے تو انھوں نے بھی ان

ہنگاموں کو دیکھا۔ Later Mughals I, p 321

جان سرمن (John Surman) جون سنہ ۱۷۱۵ء

میں یہاں سے گذرا تھا، اس نے بھی جاٹوں کی امن سوز حرکتوں کا ذکر اپنی ڈائری میں

کیا ہے Orme Collections p1694

۱۶ الف۔ شاہ جہاں کے عہد میں جاٹوں نے ایک مرتبہ زبردست شورش برپا کی تھی۔

سنہ ۱۰۴۷ھ / ۱۶۳۷ء میں متھرا کا فوجدار مرشد قلی خاں ان سے لڑتا ہوا مارا گیا تھا۔

۱۷ھ سر جدو ناتھ سرکار، تاریخ اورنگ زیب جلد پنجم ص ۷ - ۲۹۶ پر لکھتے ہیں

"اورنگ زیب کی شمالی ہندوستان سے غیر حاضری کا فائدہ دونئے جاٹ

لیڈروں، راجہ رام اور رام چہرہ نے اٹھایا۔ ..... راجہ رام کی قانون شکن

حرکتوں کو آگرہ کا گورنر صفی خاں بھی نہ روک سکا، جاٹوں نے راستے بند کر دیئے

اور بہت سے علاقوں کو لوٹا۔ اور اکبر کے مقبرہ کو لوٹنے کے لئے سکندرہ کا

رخ کیا، لیکن میر ابو الفضل نے جو وہاں کا فوجدار تھا بہادری سے مقابلہ کیا

اور باغی کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ راجہ رام نے مشہور تورانی افسر اصغر خاں

کا سامان لوٹا ...... اصغر خاں جاٹوں سے لڑتا ہوا مارا گیا۔"

۱۸ھ مئی سنہ ۱۶۸۶ء کو اورنگ زیب نے مشہور جنرل خان جہاں کو کالناش ظفر جنگ کے

جاٹوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا، خان جہاں کو شکست ہوئی تو اورنگ زیب کو خطرہ کی نوعیت کا اندازہ ہوا اور اپنے لڑکے اعظم کو جاٹوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ اعظم ابھی برہان پور ہی پہنچا تھا کہ شہنشاہ نے اس کو واپس بلالیا اور اعظم کے بڑے بیٹے بیدار بخت کو جو اس وقت ۱۷ سال کا تھا جاٹوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا (دسمبر ۱۶۸۷ء) یہاں شاہ صاحب کا اشارہ بیدار بخت ہی کی طرف ہے۔

۱۹ھ شاید یہاں شاہ صاحبؒ کا اشارہ راجہ بشن سنگھ (جے پور) کی طرف ہے لیکن راجہ بشن سنگھ نے جاٹوں کے استیصال میں بڑا زبردست کام کیا تھا اور اس وقت بیدار بخت سے اس کی مخالفت کا کوئی واقعہ نظر سے نہیں گذرا۔ راجہ بشن سنگھ نے اورنگ زیب سے تحریری عہد کیا تھا کہ وہ جاٹوں کے مشہور قلعہ "سنسنی" کو برباد کردے گا۔" (تاریخ اورنگ زیب ج ۵ صفحہ ۳۰۰)

سرکار نے لکھا ہے کہ راجہ بشن اپنے باپ اور دادا کی طرح بڑے منصب کی آرزو رکھتا تھا، اور اس لئے یہ اہم کام انجام دینے کا وعدہ کیا تھا۔ سنسنی کا محاصرہ بیدار بخت نے کیا تھا، ممکن ہے راجہ کو شہزادہ سے اسی لئے مخالفت پیدا ہو گئی ہو کہ ایسا اہم کام جس کے لئے اس نے اپنے آپ کو پیش کیا تھا، شہزادے کے سپرد کیوں کر دیا گیا۔

۲۰ھ فرخ سیر کے زمانہ میں چوڑامن کے ہنگاموں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

Irvine : Later Mughals, Vol I p. 321-27.

شاہ صاحب نے جس مہم کی طرف اشارہ کیا ہے اس کے مفصل واقعات اردون نے بیان کیے ہیں۔ چوڑامن نے قطب الملک وزیر کو ۲۰ لاکھ روپیہ رشوت دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ فرخ سیر کو صلح کر لینے کا مشورہ دے۔

(اردون جلد اول ص ۳۲۶)

راجہ جے سنگھ (جو چوڑامن کے خلاف بھیجا گیا تھا) اس مصالحت کے خلاف تھا اس کا خیال تھا کہ چوڑامن کی طاقت کے ختم ہونے میں زیادہ عرصہ نہیں لگے گا، اس کے بغیر مشورہ یہ صلح کرلی گئی۔ فرخ سیر خود اس صلح کے لئے آمادہ نہ تھا لیکن قطب الملک نے مجبوراً صلح کرائی، جب چوڑامن دہلی آیا تو فرخ سیر نے اس کو صرف ایک مرتبہ دربار میں آنے دیا، دوسری مرتبہ دربار میں حاضری کی اجازت نہ دی۔

Irvine : Later Mughals I p. 327

قطب الملک کے چال چلن اور سیاسی ہنگاموں کے لئے ملاحظہ ہو۔

Sarkar : Fall of the Mughal Empire Vol I p10-11

۲۱ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو

Irvine : Later Mughals II p 120-124

۲۲ محمد شاہ (۱۷۴۸-۱۷۱۹) کا بیٹا احمد شاہ تھا جو اس کے بعد تخت پر

بیٹھا۔ یہاں شاہ صاحبؒ نے اس کا نام لکھنے کے بجائے پسرِ محمد شاہ لکھا ہے ایسا عمداً کیا ہے، شاہ صاحبؒ احمد شاہ ابدالی کو خط لکھ رہے ہیں اس لئے اس کا نام لکھنا سوءِ ادب خیال کیا۔

۲۳ صفدر جنگ، سعادت خاں صوبہ دار اودھ کا داماد تھا، ۱۷۳۹ء میں سعادت خاں کے انتقال پر اودھ کا صوبہ دار ہو گیا، اور اٹھارویں صدی کی سیاست میں کافی حصہ لیا۔ مختصر حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

Fall, Vol I pp. 22-24, 442-446

۲۴ ۹ مئی ۱۷۵۳ء کو سورج مل جاٹ نے پرانی دہلی کو لوٹا تھا، سر جدو ناتھ سرکار نے اس کا تفصیلی ذکر اپنی کتاب Fall Vol I p. 480 3 میں کیا ہے۔ لکھتا ہے۔

"وزیر کو خود لڑنے میں تامل تھا، اس لئے سورج مل کو آگے بڑھا دیا اس نے پرانی دہلی کو خوب لوٹا...... عام لوگوں پر سخت مصیبت آئی بہت لوگوں نے خودکشی کر لی...... جاٹوں کے اس ہنگامہ کو لوگ جاٹ گردی کے نام سے یاد کرتے تھے"

ہر چرن داس مصنف چہار گلزار شجاعی کا بیان ہے کہ جب جاٹوں نے لوٹنا شروع کیا تو دہلی کے باشندے گھبراہٹ اور پریشانی میں گھر سے نکل کر کھڑے ہوئے، وہ در بدر، گلی بہ گلی مارے پھرتے تھے، بالکل اس طرح جیسے کوئی لوٹا ہوا

جہاز ظالم موجوں کے رحم و کرم پر ہو، پاگلوں کی طرح ہر شخص پریشان حال اور گھبرایا ہوا نظر آتا تھا۔" (قلمی نسخہ ص ۱۰/۱ب)

۲۵ـہ صفدر جنگ کے خلاف بادشاہ کی تفصیلی کارروائی کے لئے ملاحظہ ہو۔
Sarkar : Fall of the Mughal Empire Vol I. p. 483-500.

۲۶ـہ۔ سراج الدولہ کی طرف اشارہ ہے جو ۱۷۵۶ء میں علی وردی خاں کے انتقال کے بعد بنگال کا صوبہ دار ہوا تھا۔

۲۷ـہ گداگری کے دہشتناک واقعات کے لئے ملاحظہ ہو
Fall of the Mughal Empire, Vol II p 37

۲۷الف ـہ۔ ملاحظہ ہو سیر المتاخرین صفحہ ۸۷۰
طباطبائی نے لکھا ہے کہ سلطنت اور شہنشاہ اس وقت بے معنی الفاظ ہو کر رہ گئے تھے۔

۲۷ب ـہ ملاحظہ ہو
Fall of the Mughal Empire I p 481

۲۸ـہ نادر شاہ کے حملہ نے مغلیہ سلطنت کی کمزور عمارت کو متزلزل کر دیا تھا۔ سرکار نے لکھا ہے کہ نادر شاہ کے حملے نے دہلی سلطنت کا ایک مرکز تباہ کر دیا (شاہانِ مغلیہ کا سیاسی اقتدار خاک میں Fall Vol I p VII

مل گیا۔ کرنال کے میدان میں دس بارہ ہزار سپاہیوں کا خون ہوا۔ دہلی کے تقریباً ۲۰ ہزار نفوس تہ تیغ ہوئے۔ ہندوستان کی بعض نئی طاقتوں کا عروج بھی اسی وجہ سے ہوا، دہلی کی سلطنت اتنی کمزور ہو گئی کہ ان نئی طاقتوں کا مقابلہ نہ کر سکی

پروفیسر ہری رام گپتا نے بتایا ہے کہ سکھوں نے اس حملہ سے بے حد فائدہ اٹھایا اور پنجاب میں لوٹ مار کی۔

History of the Sikhs, p. 3-4

۲۹ھ قرآن پاک ۴۸ : ۲۹

۳۰ھ قرآن پاک ۵ : ۵۹

۳۱ھ ______________

۳۲ھ قرآن پاک ۴۸ : ۲۵

۳۳ھ ۔ صفدر جنگ نے سورج مل جاٹ کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا، ملاحظہ ہو

Fall of the Mughal Empire Vol II p. 435

۳۴ھ یعنی احمد شاہ (۱۷۴۸ - ۱۷۵۴) جیسا کہ آگے آنے والی عبارت سے ظاہر ہے۔

۳۵ھ احمد شاہ کی والدہ کا نام ادہم بائی تھا، اس نے اس زمانہ کی سیاست میں بڑا حصہ لیا تھا، احمد شاہ نے اس کو بائی جیو صاحبہ، نواب قدسیہ صاحبۃ الزمانی صاحب جیو صاحبہ اور قبلۂ عالم وغیرہ کے خطابات یکے بعد دیگرے دیے تھے

احمد شاہ کے عہد میں سارا انتظامِ مملکت اسی کے ہاتھ میں پہنچ گیا تھا۔ بڑے بڑے امراء اور افسران روزانہ اس کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوتے تھے، وہ پردے کے پیچھے سے ساری عرضیاں اور کاغذات سنتی تھی اور ان پر احکامات لکھواتی تھی

۳۶ ۔ رفیع الدولہ، بہادر شاہ بن اورنگ زیب کا منجھلا بیٹا تھا، ساداتِ بارہہ نے ۴ رجب ۱۷۱۹ء کو رفیع الدرجات کو تخت سے اتار کر رفیع الدولہ کو تخت پر بٹھایا تھا، اس نے کل چار مہینے اور ۱۶ دن حکومت کی۔ ۱۲ ستمبر ۱۷۱۹ء کو درگاہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی میں دفن کیا گیا۔

۳۷ ۔ روشن اختر، بہادر شاہ بن اورنگ زیب کا چوتھا بیٹا تھا۔ رفیع الدولہ کے بعد ابوالفتح ناصر الدین محمد شاہ بادشاہ غازی کے لقب سے تخت پر بٹھایا گیا ۱۷۴۸ء تک حکومت کی۔

۳۸ ۔ یہاں شہزادہ محمد ابراہیم کی طرف اشارہ ہے جس کو عبداللہ خاں (سید بارہہ) نے محمد شاہ کی زندگی میں ۱۵ اکتوبر ۱۷۲۰ء کو تخت پر بٹھا دیا تھا، تھوڑے ہی دنوں کے بعد محمد شاہ نے اس کو پکڑ بلوایا اور جیل خانہ میں ڈلوا دیا۔ جہاں ۳۰ جنوری ۱۷۴۶ء کو اس کا انتقال ہو گیا۔

۳۹ ۔ احمد شاہ، محمد شاہ کے بعد تخت نشین ہوا تھا، اس کے دورِ حکومت کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

Sarkar: Fall of the Mughal Empire, Vol I Chapter VIII

۴۰ نادر شاہ کا قتلِ عام ۱۱ مارچ ۱۷۳۹ء (بروز اتوار) ۹ بجے صبح سے شروع ہوا تھا اور ۲ بجے دوپہر تک جاری رہا۔

۴۱ احمد شاہ ابدالی نے جب پانچویں بار (۱۷۵۷ء) ہندوستان پر حملہ کیا تو جاٹوں کی طرف خاص طور سے توجہ کی۔ اس حملہ کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔

Fall, Vol II. p. 114-125

۴۲ بارہہ ضلع مظفر نگر (یو۔ پی) میں ایک قصبہ ہے، سید برادران جنہوں نے اُنیسویں صدی کی سیاست میں نمایاں حصہ لیا تھا، اسی جگہ کے باشندے تھے۔

۴۳ بوڈھانہ اور کھتولی، ضلع مظفر نگر (یو۔پی) کے دو قصبات ہیں کھتولی میں پھلت ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، پھلت کو شاہ ولی اللہ صاحب کے مولد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۴۴ احمد شاہ ابدالی کے حملوں کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ

۴۵ اس زمانہ میں شاہ صاحب کے قلب و جگر پر ملت کی پریشان حالی کا کچھ ایسا اثر تھا کہ "غربا" ہی کا لفظ ان کی زبان سے نکلتا تھا۔ وصیت نامہ میں لکھتے ہیں۔

" ما مردمِ غریبم کہ در دیارِ ہندوستان آبائے ما بغربت افتادہ اند"

(وصیت نامہ ص ۲۰۲)

۴۶ قرآنِ پاک ۷ : ۱۹۶

۴۷ شاہ صاحب صرف وظیفہ بتا دینے پر اکتفا نہیں کرتے ، عمل کی تلقین بھی

ساتھ ساتھ کرتے ہیں، یہ شاہ صاحب کا مخصوص انداز ہے، اُن کی نظر میں کامیابی کا انحصار "دعا" اور "عمل" دونوں پر تھا۔

۴۸ قرية الصالحين سے مُراد پھلت ہے شاہ صاحب پھلت ہی میں پیدا ہوئے تھے اپنی پیدائش گاہ کی سلامتی کا خیال شاہ صاحب کو ہر وقت رہتا تھا، اس سے قبل بھی ایک مکتوب میں اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے۔

۴۹ یہ متنبّی کا مصرع ہے جس کا صدر یہ ہے۔

ماکل ما یتمنی المرء یدرکہ

۵۰ - احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۵۲ء میں کشمیر پر حملہ کیا تھا، حملہ کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

Islamic Culture, Vol XI No 4
p. 499-500

۵۱

۵۲ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں متعدد جگہ اس شعر کو استعمال کیا ہے یہاں شاہ صاحب بالکل اسی ذہنی کیفیت میں اس کو نقل کرتے ہیں۔

۵۳ - صفدر جنگ کی نظر میں روہیلوں کی طاقت کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی، جب وہ برسرِ اقتدار آیا تو اس نے روہیلکھنڈ کی سند قطب الدین خاں نبیرۂ عظمت اللہ خاں سابق گورنر مراد آباد کے نام دربارِ شاہی سے جاری کرا دی، قطب الدین سات ہزار فوج اکٹھا کر کے عازمِ روہیل کھنڈ ہوا، حافظ الملک نے اس وفد سے باز رکھنا چاہا، مجبوراً حافظ الملک نے جنگ کی، رام گنگا کے کنارے جنگ ہوئی اور قطب خاں مارا گیا،

شاہ صاحبؒ نے یہ خط آصف جاہ کو اس وقت لکھا ہے جبکہ قطب خاں کا ہنگامہ شروع ہوا تھا، اس میں پیشین گوئی بھی کی ہے کہ "سرسبز نخواہد شد" ملاحظہ ہو گلستانِ رحمت۔

Life of Hafiz ool Mulk, p. 28
Cambridge History of India IV p 424
Fall of the Mughal Empire I p. 377

۵۴ ستمبر اکتوبر ۱۷۵۷ء میں گرانیِ غلہ کا یہ عالم تھا کہ روپیہ کے ۹ سیر گیہوں ملتے تھے، مونگ کی دال روپیہ کی آدھ سیر، ماش کی دال روپیہ کی پانچ سیر، دہلی میں دو آٹھ تک گراں ہوگئی تھی

Fall of the Mughal Empire II p154

۵۵ قرآن پاک ۸ : ۴۷

۵۶ ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۸ء۔

"قتل و غارتگری کی یہ انتہا ہے کہ دہلی رجب سے شعبان تک لٹتی رہی اور مغلیہ سلطنت بالکل بے بس رہی تاریخوں میں اس لوٹ کا تفصیلی حال نہیں ملتا، بہرحال ان حالات میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ مسلمانوں نے حد درجہ مایوسی کی حالت میں "جوہر" کرکے اپنے آپ کو ختم کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔

ضمیمہ جات

شاہ ولی اللہ دہلوی رح کی سوانح اور تصانیف

حضرت شاہ صاحب رح نے اپنے حالات اور سوانح میں ایک مختصر رسالہ "الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف" تصنیف فرمایا تھا۔ یہاں ہم فارسی عبارت کا اردو میں خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"یہ فقیر ۴ شوال ۱۱۱۴ھ بروز چہارشنبہ طلوع آفتاب کے وقت پیدا ہوا تاریخی نام 'عظیم الدین' نکالا گیا۔ ولادت سے پہلے خود والدین اور چند صلحا نے میرے بارے میں بہت سے بشارتی خواب دیکھے تھے جن کو بعض دوستوں نے مستقل رسالہ "القول الجلی" میں بھی جمع کر دیا ہے۔ عمر کے پانچویں سال مکتب میں بٹھا دیا گیا۔ ساتویں سال والد ماجد نے نماز روزہ شروع کرایا اور اسی سال "رسم سنت" عمل میں آئی۔ اور جیسا کہ یاد رہ گیا ہے اسی سال قرآن پاک ختم ہوا اور فارسی تعلیم شروع ہوئی یہاں تک کہ دسویں سال شرح ملا جامی پڑھ لی اور مطالعہ کتب کی استعداد پیدا

ہوگئی۔ چودھویں ہی برس میں شادی کی صورت پیدا ہوگئی۔ اور والد ماجد نے اس معاملہ میں انتہائی عجلت سے کام لیا۔ اور جب سسرال والوں نے والد ماجد کے تقاضوں کے جواب میں سامان شادی تیار نہ ہونے کا عذر کیا تو آپ نے اُن کو لکھ بھیجا کہ میری یہ جلد بازی بلا وجہ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں کوئی راز ہے۔ لہٰذا یہ مبارک کام بلا تاخیر ہی ہوجانا چاہیئے۔ چنانچہ والد بزرگوار کے اصرار سے اسی سال یعنی چودھویں ہی برس میں شادی ہوگئی۔ اور وہ راز بعد میں اس طرح ظاہر ہوا کہ نکاح سے تھوڑے ہی دن بعد میری خوش دامن کا انتقال ہوگیا۔ اس سے چند ہی روز بعد میری اہلیہ کے نانا نے وفات فرمائی پھر چند ہی دنوں میں عم بزرگوار شیخ ابوالرضا محمدؒ قدس سرہ کے صاحبزادے شیخ فخر عالم نے وفات پائی۔ اور یہ صدمہ ابھی تازہ ہی تھا کہ میرے بڑے بھائی شیخ صلاح الدین کی والدہ ماجدہ نے داغ مفارقت دیا۔ ان صدمات کے ساتھ ہی والد ماجد پر ضعف اور مختلف قسم کے امراض کا غلبہ ہوا اور دیکھتے دیکھتے آپ کی وفات کا سانحہ عظیم بھی پیش آگیا۔ ان حوادث کے پیہم گذر جانے پر معلوم ہوا کہ شادی کے متعلق والد ماجد کی عجلت فرمائی میں کیا راز تھا۔ درحقیقت اگر اس وقت یہ کام اس طرح عجلت سے انجام نہ پاتا تو ان حوادث کی وجہ سے پھر مدتوں بھی اس کا موقع نہ آسکتا تھا۔

شادی سے ایک سال بعد یعنی پندرہ سال کی عمر میں والد ماجد کے

ہاتھ پر میں نے بیعت کی اور مشائخ صوفیہ بالخصوص حضرات نقش بندیہ کے
اشغال میں لگ گیا۔ اور توجہ و تلقین اور آداب طریقت کی تعلیم و خرقہ پوشی کی
جہت سے میں نے اپنی نسبت کو درست کیا۔ اسی سال بیضاوی کا ایک حصہ پڑھ
کر گویا ان دیار کے مروجہ نصاب تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ والد ماجد نے اس
تقریب میں بڑے پیمانے پر خواص و عوام کی دعوت کی اور مجھے درس کی اجازت
دی۔ جن علوم و فنون کا درس اس ملک میں مروج ہے۔ ان میں ذیل کی کتابیں
میں نے سبقاً سبقاً پڑھیں۔ حدیث میں پوری مشکوٰۃ شریف سوائے "کتاب
البیوع" سے "کتاب الاداب" تک کے تھوڑے حصے کے، اور صحیح بخاری
کتاب الطہارۃ تک اور شمائل ترمذی کامل، اور تفسیر میں تفسیر بیضاوی اور تفسیر
مدارک کا ایک حصہ، اور حق تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت مجھ پر
یہ ہوئی کہ کامل غور و فکر اور مختلف تفاسیر کے مطالعہ کے ساتھ والد ماجد کے درس
قرآن میں مجھے حاضری کی توفیق ملی اور اس طرح میں نے کئی بار حضرت سے متن
قرآن پڑھا اور یہی میرے حق میں "فتح عظیم" کا باعث ہوا۔ اور علم فقہ میں شرح وقایہ
اور ہدایہ پوری پڑھیں اور اصول فقہ میں حسامی اور توضیح تلویح کا کافی حصہ اور منطق
میں شرح شمسیہ پوری اور شرح مطالعہ کا کچھ حصہ اور کلام میں شرح عقائد مع
حاشیہ خیالی اور شرح مواقف کا بھی ایک حصہ۔ اور سلوک و تصوف میں
عوارف اور رسائل نقشبندیہ وغیرہ اور علم الحقائق میں شرح رباعیات مولانا جامی،

لوائح، مقدمہ شرح لمعات اور مقدمہ نقد النصوص، اور فن خواص اسمار و آیات میں والد ماجد کا خاص مجموعہ اور طب میں موجز اور فلسفہ میں شرح ہدایۃ الحکمۃ وغیرہ اور نحو میں کافیہ اور اس کی شرح از ملا جامی اور علم معانی میں مطول اور مختصر المعانی اس قدر جتنے پہ ملازادہ کا حاشیہ ہے اور ہیئت و حساب میں بعض مختصر رسالے پڑھے۔ اور الحمد للہ کہ اسی تحصیل کے زمانہ میں ہر فن سے خاص مناسبت پیدا ہوگئی اور اس کے خاص مسائل اور اہم مباحث میرے ذہن کی گرفت میں آگئے۔

میری عمر کے سترھویں سال والد ماجد مریض ہوئے اور اسی مرض میں واصل بہ رحمت حق ہوگئے۔ اور اس مرض وفات ہی میں مجھے بیعت و ارشاد کی اجازت مرحمت فرمائی۔

خدا تعالیٰ کا ایک بڑا احسان یہ ہے کہ حضرت والد ماجد جب تک رہے اس فقیر سے بے حد راضی رہے اور اسی رضامندی کی حالت میں اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ حضرت والد کو جیسی توجہ میرے حال پر رہی ایسی ہر باپ کو اپنے بیٹوں کے ساتھ نہیں ہوتی۔ میں نے کوئی باپ، کوئی استاد، اور کوئی مرشد ایسا نہیں دیکھا جو اپنی اولاد یا اپنے کسی شاگرد یا مرید کی طرف اس قدر توجہ اور شفقت رکھتا ہو جو حضرت والد ماجد کو میرے ساتھ تھی۔

پھر حضرت کی وفات کے بعد بارہ سال تک کتب دینیہ اور معقولات کے

درس میں اشتغال رہا اور ہر علم و فن میں غور کرنے کا موقع ملا۔

مذاہب اربعہ کی فقہ اور ان کی اُصول فقہ کی کتابوں اور اُن احادیث کے غائر مطالعہ کے بعد جن سے وہ حضرات اپنے مسائل میں استناد فرماتے ہیں "نور غیبی" کی مدد سے "فقہاء محدثین" کا طریقہ دل نشین ہوا۔ غرض والد ماجد کی وفات سے ۱۲ برس اس طرح گذرنے کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ اور آخر ۱۱۴۳ھ میں یہ فقیر حج سے مشرف ہوا۔ اور ۱۱۴۴ھ میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی مجاورت اور شیخ ابو طاہر قدس سرہ اور دیگر مشائخ حرمین شریفین سے اخذ روایت حدیث کی سعادت حاصل کی۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران میں روضہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میری توجہ کا خاص مرکز رہا۔ اور الحمد للہ کہ مجھ فقیر پر اس دربار قدسی سے بے پایاں فیوض و برکات کی بارش ہوئی۔ نیز اس سفر مبارک میں حرمین شریفین اور عالم اسلامی کے بہت سے علمائے کرام کے ساتھ خوب رنگین صحبتوں کا موقع ملا۔ حضرت شیخ ابو طاہر مدنی قدس سرہٗ کی طرف سے تمام طرق صوفیہ کا جامع خرقہ بھی اسی بابرکت سفر میں عنایت ہوا۔

پھر ۱۱۴۴ھ کے آخر میں حج سے مکرّر مشرف ہو کر اوائل ۱۱۴۵ھ میں وطن واپس آیا۔ اور ۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ کو ٹھیک جمعہ کے دن بفضلہٖ صحیح سلامت وطن مالوف دہلی پہونچ گیا۔ بہ تعمیل ارشاد "واما بنعمۃ ربک فحدث" بعض خاص انعامات الٰہیہ کا بھی تذکرہ کرتا ہوں۔

حق تعالیٰ کا عظیم ترین انعام اس بندہ پر یہ ہے کہ اس کو خلعت فاتحیّہ بخشا گیا ہے اور اس آخری دور کا افتتاح اس سے کرایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں جو کام مجھ سے لیئے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ "فقہ" میں جو "مرضی" ہے اس کو جمع کیا گیا اور فقہ حدیث کی از سرِ نو بنیاد رکھ کر اس فن کی پوری عمارت تیار کی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام و ترغیبات بلکہ تمامی تعلیمات کے اسرار و مصالح کو اس طرح منضبط کیا گیا کہ اس فقیر سے پہلے کسی نے یہ کام اس طرح نہیں کیا تھا۔

نیز سلوک کا وہ طریقہ جس میں حق تعالیٰ کی مرضی ہے اور جو اس دور میں کامیاب ہو سکتا ہے مجھے اس کا الہام فرمایا گیا۔ اور میں نے اس طریق کو اپنے دو رسالوں "ہمعات" اور "الطاف القدس" میں قلمبند کر دیا ہے۔

ایک کام مجھ سے یہ لیا گیا کہ متقدمین اہلِ سنت کے عقائد کو میں نے دلائل و براہین سے ثابت کیا اور معقولیوں کے شکوک و شبہات کے خس و خاشاک سے ان کو قطعی پاک کر دیا۔ اور ان کی تقریر بحمد اللہ ایسی کہ جس کے بعد کسی بحث کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں کمالاتِ اربعہ ابداع، خلق، تدبیر، اور تدلّی کی حقیقت اور نفوس انسانیہ کے استعدادات کا علم مجھے عطا فرمایا گیا۔ اور یہ دونوں ایسے علم ہیں کہ اس فقیر سے پہلے کسی نے ان کے کوچہ میں قدم بھی نہیں رکھا۔ اور حکمت عملی (کہ اس دور کی صلاح و فلاح اسی سے وابستہ بلکہ اسی میں منحصر ہے) مجھے بھرپور

دی گئی۔ اور کتاب وسنت وآثار صحابہ سے اس کی تطبیق وتفصیل کی توفیق بھی نصیب ہوئی۔ اس سب کے سوا مجھے وہ ملکہ عطا فرمایا گیا جس کے ذریعہ سے میں تمیز کر سکتا ہوں کہ دین کی اصل تعلیم جو فی الحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہے وہ کیا ہے اور وہ کیا کیا باتیں ہیں جو بعد میں اس میں ٹھونسی گئی ہیں"۔

تصانیف

(۱) فتح الرحمن

(۲) الفوز الکبیر

(۳) فتح الخبیر

(۴) مصفّٰی

(۵) مسوّٰی

(۶) حجۃ اللہ البالغہ

(۷) لبدور البازغہ

(۸) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء

(۹) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین

(۱۰) انصاف

(۱۱) عقد الجید

(۱۲) تحفۃ الموحدین

(۱۳) شرح تراجم ابواب صحیح بخاری

(۱۴) مجموعہ رسائل اربعہ

(۱۵) تفہیمات الٰہیہ

(۱۶) خیر کثیر

(۱۷) فیوض الحرمین

(۱۸) الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین

(۱۹) انفاس العارفین

(۲۰) انسان العین

(۲۱) القول الجمیل

(۲۲) انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ

(۲۳) الطاف القدس

(۲۴) سطعات

(۲۵) ہمعات

(۲۶) لمعات

(۲۷) مکتوبات فی مناقب امام بخاری و ابن تیمیہ ۔

(۲۸) مکتوب المعارف مع مکاتیب ثلثۃ

(۲۹) سرور المحزون

(۳۰) الجزء الطیف

(۳۱) المقالۃ الوضیۃ فی الوصیۃ والنصیحۃ

(۳۲) شفاء القلوب

(۳۳) زہراوین

(۳۴) تاویل الاحادیث

(۳۵) ہوامع شرح حزب البحر

(۳۶) العقیدۃ الحسنہ

(۳۷) المقدمۃ الیفیہ

(۳۸) چہل حدیث

(۳۹) شرح رباعیتین

(۴۰) مآثر الاجداد

(۴۱) العطیۃ الصمدیہ

(۴۲) فتح الودود فی معرفۃ الجنود

(۴۳) مسلسلات

شاہ ولی اللہ کے ہمعصر سلاطین مغلیہ

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ولادت ۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۳ء میں اور وفات ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء میں ہوئی تھی۔ اس مدت میں مندرجہ ذیل شاہان مغلیہ تخت پر آئے —

(۱) اورنگ زیب عالمگیر (۱۷۰۷-۱۶۵۸)

(۲) بہادر شاہ اول (۱۷۱۲- ۱۷۰۷)

(۳) معزالدین جہاندارشاہ (۱۷۱۳-۱۷۱۲)

(۴) فرخ سیر (۱۷۱۹-۱۷۱۳)

(۵) نیکو سیر (۱۷۱۹)

(۶) رفیع الدرجات (۱۷۱۹)

(۷) رفیع الدولہ (۱۷۱۹)

(۸) محمد شاہ (۱۷۴۸-۱۷۱۹) - محمد ابراہیم - (۱۷۲۰)

(۹) احمد شاہ (۱۷۵۴-۱۷۴۸)

(۱۰) عالمگیر ثانی (۱۷۵۹-۱۷۵۴)

(۱۱) شاہ عالم (۱۸۰۶-۱۷۵۹)

احمد شاہ ابدالی

۱۷۳۷ء میں جب نادر شاہ نے قندھار پر لشکر کشی کی تو ایک شخص احمد خاں نامی جنگی قیدی کی حیثیت سے اس کے پاس لایا گیا۔ نادر شاہ اس سے بہت متاثر ہوا۔ اور اس کو یساول بنا کر اپنے ذاتی خدمت گاروں میں شامل کر لیا۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر اس نے بہت جلد ترقی کر لی اور وہ نادر شاہ کے نہایت اعلیٰ اور معتبر فوجی افسروں میں شمار ہونے لگا۔ بعد ازاں نادر شاہ نے اس کو خزانہ کا مہتمم بنا دیا[1] اور اس پر مزید اعتماد کا اظہار کیا۔ گلستان رحمت میں لکھا ہے کہ وہ نادر شاہ کی مجلس کا رکن بھی ہو گیا تھا۔[2] نادر شاہ اس کے متعلق کھلے دربار میں کہا کرتا تھا کہ اس نے ایران۔ توران اور ہندوستان میں کوئی شخص ایسی خوبیوں اور صلاحیتوں کا نہیں دیکھا جیسا کہ احمد خان ہے۔ نادر شاہ کی مہمات پر احمد خاں اکثر اس کے ساتھ ہوتا تھا۔ جب ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۱۵۱ھ المطابق ۹ مارچ سنہ ۱۷۳۹ء کو نادر شاہ،

---

[1] خزانہ عامرہ۔ ص ۹۷۔ ماثر الامراء جلد دوم۔ ص ۱۹۷ مہتمم خزانہ کو منک باشی کہتے تھے [2] گلستان رحمت (قلمی نسخہ)

محمد شاہ کے محل میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوا تو احمد خاں، دیوان عام کے پاس نظام الملک چن قلیچ خاں آصف جاہ کے ساتھ بیٹھا۔ نظام الملک نے جب اس کا چہرہ دیکھا تو بلندی اور عظمت کے آثار نظر آئے۔ اور پیش گوئی کی کہ یہ شخص ضرور بادشاہ بنے گا۔ یہ خبر کسی طرح نادر شاہ کے کانوں تک پہونچ گئی۔ اس نے احمد خاں کو اپنے پاس بلایا اور جیب سے چاقو نکال اس کے کان تھوڑے تھوڑے کاٹ دیئے اور کہا[1] "جب تم بادشاہ ہو جاؤ گے تو ان کو دیکھ کر میری یاد تازہ ہو جائے گی"

۲ رجون ۱۷۴۷ء[2] کو نادر شاہ اپنے کیمپ میں مارا گیا۔ اس کے مرتے ہی سلطنت میں انتشار اور بد نظمی پیدا ہو گئی۔ احمد خاں نے حالات سے فائدہ اٹھایا اور افغانستان میں آزاد حکومت کی بنا ڈال دی۔

احمد شاہ نے دُرِّ دوراں[3] کا لقب اختیار کیا۔ بعد کو اسی نسبت سے

---

[1] تاریخ احمد شاہی (قلمی)، تاریخ سلطانی [2] نادر شاہ کے قتل کے بعد جب احمد شاہ افغانستان کو بھاگا تو لاہور کے ایک درویش کو اپنے ساتھ لیا۔ شاہ صابر نے نادر شاہ کے قتل سے تین دن پہلے پیش گوئی کی تھی کہ احمد شاہ بادشاہ ہوگا۔ ابھی افغانستان بھی نہ پہونچے تھے کہ شاہ محمد صابر نے احمد خاں سے بادشاہت کا اعلان کرنے کا اصرار کیا۔ احمد خاں نے تامل کیا تو مٹی کے ایک ڈھیر پر زبردستی بٹھا دیا اور کہا یہ تمہارا تخت ہے پھر گیہوں کا ایک خوشہ سر پر رکھا اور کہا تم دُرانی پادشاہ ہو۔ سیر المتاخرین (ج ۳) ص ۱۶ [3] تاریخ حسین شاہی (قلمی)

اس کا خاندان دُرّانی کہلانے لگا۔ ابدالی[1] ایک مشہور افغان قبیلہ کا نام ہے جس سے احمد شاہ منسلک تھا۔

احمد شاہ نے ہندوستان کے حالات کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ تخت نشینی سے پہلے وہ کئی بار ہندوستان آیا تھا۔ یہاں کی دولت، مرکز کی کمزوری، امرار کی مفسدانہ حرکتیں۔ سب اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں۔ چنانچہ ۱۷۴۷ء سے ۱۷۶۹ء تک اس نے ہندوستان کو نوبار زیر وزبر کیا۔ ان حملوں کے اسباب مختلف تھے۔ بعض مرتبہ وہ خود آیا، بعض مرتبہ بلایا گیا۔ ۱۷۶۰ء میں اس کا چھٹا حملہ بالکل مختلف نوعیت کا تھا۔ ہندوستان کے حالات سے بددل ہونے کے بعد سنجیدہ امرار، بالغ نظر علمار اور مشائخ نے اس کو یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ طبا طبائی نے لکھا ہے :-

"نجیب الدولہ دراجہائے ہندوستان از دست مرہٹہ و عماد الملک بجاں آمدہ زوال دولت و ملک خود از دست بردمرہٹہ برائے العین مشاہدہ نمود عرائض استدعا

---

[1] قبیلہ کا نام ابدالی پڑنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ احمد شاہ کے اجداد میں سے ایک بزرگ خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ کے مرید تھے۔ اور اسی نسبت سے ابدالی مشہور ہو گئے تھے۔ بعد کو ان کے قبیلہ کا نام ہی ابدالی مشہور ہو گیا۔ ملاحظہ ہو تاریخ حسین شاہی از سید ابو المحاسن حسین الحسینی (قلمی)، ص ٦

بخدمت احمد شاہ ابدالی نگاشتہ خواہاں ورود او شدند"

(سیر المتاخرین)

احمد شاہ بعض اعتبار سے اپنے عہد کے نہایت ہی ممتاز حکمرانوں میں تھا۔ اس کی صلاحیت جہانبانی، تدبر، عسکری لیاقت کا اعتراف اس کے مخالفین تک نے کیا ہے۔ اس نے اپنے ملک کو غلامی سے نجات دلائی۔ اور افغان علاقہ کو جو اس وقت چھوٹی چھوٹی منتشر ریاستوں پر مشتمل تھا۔ ایک مضبوط سیاسی سانچہ میں ڈھال کر "افغانستان" کی شکل دی۔

احمد شاہ مذہبی رجحانات کا آدمی تھا۔ علماء و مشائخ کا ہجوم اس کے گرد رہتا تھا۔ پشاور۔ لاہور۔ اور بٹالہ کے مشائخ کی خدمت میں وہ اکثر حاضر ہوا ہے۔ دہلی اجمیر اور پانی پت کے مزارات پر اس نے عقیدت سے حاضری دی ہے۔ جنگ پانی پت کے اگلے دن وہ حضرت بو علی شاہ قلندرؒ کے مزار پر نیاز مندانہ گیا تھا۔ ہر جمعرات کی شب میں وہ علماء و مشائخ کو کھانے پر بلاتا تھا اور مذہبی معاملات پر گفتگو کرتا تھا۔ وہ خود نہایت پابند شرع سنی تھا۔

ان تمام مذہبی دلچسپیوں کے باوجود وہ انتہائی غیر متعصب اور وسیع النظر تھا۔ اس کے ملک میں شیعہ، ہندو، عیسائی سب پوری مذہبی آزادی کے ساتھ رہتے تھے۔ افغانستان کی تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی۔ ایران کے شمالی علاقہ سے نادر شاہ نے عیسائیوں کو لاکر کابل میں بسا دیا تھا۔ ہندوادر

عیسائی دونوں اطمینان کے ساتھ افغانستان میں زندگی بسر کرتے تھے اس کی تصدیق ۱۷۸۳ء میں جارج فوسٹر نے کی تھی[1]

فیریر نے لکھا ہے کہ مشرقی ممالک کی بہت سی خرابیوں سے احمد شاہ مبرا تھا۔ شراب نوشی، افیون وغیرہ سے اجتناب کلی کرتا تھا۔ لالچ اور منافقانہ حرکتوں سے پاک تھا۔ مذہب کا سخت پابند تھا۔ اس کی سادہ لیکن باوقار عادتیں اس کو ہر دلعزیز بنا دیتی تھیں۔ اس تک پہونچنا آسان تھا۔ وہ انصاف کا خاص خیال رکھتا تھا۔ کبھی کسی نے اس کے فیصلہ کی شکائت نہیں کی۔"[2]

۲۰ رجب ۱۱۸۶ھ مطابق ۲۳ر اکتوبر ۱۷۷۲ء کو ابدالی کا انتقال ہوا۔

---

[1] ملاحظہ ہو

"A Journey from Bengal to England ! Vol I

[2] ملاحظہ ہو

"History of the Afghans

احمد شاہ ابدالی کے حملے ہندستان پر

احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۴۷ء سے ۱۷۶۹ء تک ہندوستان پر نو حملے کیئے۔ سات حملے شاہ ولی اللہ صاحب کی زندگی میں ہوئے تھے۔

پہلا حملہ ۱۷۴۷ء میں پنجاب پر ہوا تھا۔ احمد شاہ نے لاہور اور سرہند پر بغیر مقابلہ کے قبضہ کر لیا۔ لیکن جب آگے بڑھا تو منو پور کے مقام پر مغلوں کی فوجوں نے حملہ کیا اور احمد شاہ کو شکست کھا کر واپس ہونا پڑا۔[۱]

۱۷۵۰ء میں احمد شاہ ابدالی نے دوسری بار پنجاب پر حملہ کیا۔ صفدر جنگ نے مغل بادشاہ احمد شاہ کے اصرار پر ابدالی کے خلاف مرہٹوں سے معاہدہ کیا۔ لیکن یہ معاہدہ بار آور نہ ہوا۔ معین الملک نے جو لاہور کا وائسرائے تھا، ابدالی سے صلح کر لی اور پنجاب کا کچھ علاقہ احمد شاہ کے حوالہ کر دیا۔[۲]

---

۱ آنند رام مخلص نے اپنے تذکرہ میں اس حملہ کا مفصل ذکر کیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو۔
Sarkar Fall Of The Mughal Empire vol I P. 207-233

۲ تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو۔ Sarkar Fall Of The Mughal Empire vol I P. 417-419

تاریخ احمد شاہی کے مصنف کا بیان ہے کہ اس علاقہ کو حوالہ کر دینے کی ہدایت مغل شہنشاہ نے کی تھی۔[1]

احمد شاہ ابدالی کا تیسرا حملہ[2] ۱۷۵۱ء میں ہوا۔ معین الملک نے حملہ کی خبر سنکر ۹ لاکھ روپئے ابدالی کے پاس بھیجے تاکہ یہ رقم لے کر وہ واپس ہو جائے لیکن اس نے پیش قدمی کو جاری رکھا۔ معین الملک، ابدالی سے جنگ کرنے کے لیئے آمادہ نہ تھا۔ لاہور کے ایک باا ثر تاجر کوراامل نے حملہ آور سے صلح کرنے کی سخت مخالفت کی۔[3] بالآخر یہ ہی طے ہوا کہ جنگ کی جائے۔ کوراامل میدان جنگ میں مارا گیا۔ اس کے مرنے سے معین الملک کی ہمت ٹوٹ گئی صلح کی پیش کش کی گئی۔ احمد شاہ ابدالی نے جواب میں کہلا بھیجا "میں کوراامل سے نمٹنا چاہتا تھا۔ اب وہ ختم ہو گیا۔ تم جاؤ، اطمینان سے رہو، میں نے جتنے روپیے کا مطالبہ کیا تھا وہ بھیجدو"[4]

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ Elliot & Dowson, Vol VIII P 114-115

[2] حملہ کی تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو۔

Sarkar: Fall Of The Mughal Empire Vol I-P. 427-28.

[3] Elliot & Dowson, Vol VIII P. 167.

[4] Elliot & Dowson, Vol VIII P. 122-123

۱۷۵۲ء میں چوتھی بار ابدالی ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ احمد شاہ ابدالی نے کشمیر کے گورنر سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اس کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرلے۔ گورنر نے انکار کیا تو ابدالی نے حملہ کر دیا۔ رنجیت دیو ۱۷۸۱۔ ۱۷۳۵ راجہ جموں نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی اور کشمیر، احمد شاہ ابدالی کے قبضہ میں پہونچ گیا۔[1]

احمد شاہ ابدالی کے پانچویں حملہ کی نوعیت پہلے چار حملوں سے بالکل مختلف تھی۔ اس مرتبہ (۱۷۵۷ء) وہ خود نہیں آیا تھا بلکہ بلایا گیا تھا۔ عالمگیر ثانی نے اپنے مغرور وزیر عماد الملک غازی الدین سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے ابدالی کو مدعو کیا تھا۔[2] فرحت الناظرین کے ایک بیان سے ایسا خیال ہوتا ہے کہ عالمگیر ثانی نے نجیب الدولہ کے ذریعہ اس کو دعوت نامہ بھیجا تھا۔[3]

---

[1] اس حملہ کی تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو۔

Islamic Culture Vol XI No. 4, P. 499-500

[2] Law de lauriston · Memoire sur quelqnes affaires D,L empire mogal (1756-1761) P. 159

Eranckin History of the Reign. of Shah Allum. P4

Elliot & Douson Vol viii P. 163.

بہر حال احمد شاہ ابدالی آیا۔ محل میں عالمگیر ثانی سے ملاقات کی[1] تمام ملک
سے وکیلوں کو بلوایا گیا۔ اور انہوں نے احمد شاہ کو نذریں پیش کیں۔ جاٹوں کے
سردار کے علاوہ سب نے ابدالی کے اقتدار کو تسلیم کر لیا۔ ابدالی نے غازی الدین
کو معطل کر کر عالمگیر کے سب سے بڑے بیٹے علی گوہر کو نائب سلطنت مقرر کیا۔[2]
اور اپنے بیٹے کی شادی عالمگیر ثانی کی بھتیجی سے کی۔[3] اس کے بعد ابدالی
نے جاٹوں کے علاقہ کا رُخ کیا۔ اس مہم میں غازی الدین نے اس کی بے حد
مدد کی۔ ابدالی اتنا خوش ہوا کہ عالمگیر کو لکھا کہ اس کو پھر وزیر مقرر کر دیا جائے۔
عالمگیر ثانی نے مودبانہ انکار بھی کیا۔ لیکن ابدالی نے قلمدان وزارت غازی الدین
کے حوالہ کر دیا۔[4] اور نجیب الدولہ کو امیر الامراء مقرر کر دیا۔

ابدالی کا چھٹا حملہ ۱۷۶۰-۶۱ء میں ہوا۔ پنجاب سے مرہٹوں نے ابدالی

---

1. Elliot & Douson Vol VIII P. 241.
2. Francklin: History of the reign of Shah Aulum P.P. 5-6
3. Elliot & Douson Vol VIII P. 265
4. Francklin P.P. 6-7

کے بیٹے اور جہاں خاں کو بھگا دیا تھا۔ ابدالی کو اس کا بدلہ لینا تھا۔ ادھر یہاں مرہٹوں کے غلبہ کو دیکھ کر نجیب الدولہ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور چند امرار باقتدار نے احمد شاہ سے امداد کی درخواست کی۔ اس جنگ کا حال مقدمہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔ [۱]

ابدالی نے ۱۷۶۲ء میں ساتواں حملہ ہندوستان پر کیا۔ اس حملہ کا مقصد سکھوں کی ہنگامہ آرائی کو روکنا تھا۔ ۱۷۶۷ء میں ابدالی نے آٹھویں بار حملہ کیا۔ اس وقت یہ مشہور ہو گیا تھا کہ احمد شاہ ابدالی کا مقصد انگریزوں کو بنگال سے نکالنا ہے۔ انگریزوں نے فوج کا ایک دستہ الہ آباد بھیج دیا تھا تاکہ اس کا مقابلہ اودھ میں کیا جائے۔ ۱۷۶۹ء میں ابدالی نے آخری بار سکھوں پر حملہ کیا۔

---

[۱] جنگ پانی پت کے تفصیلی حالات کے لیئے ملاحظہ ہوں۔

Sarkar: fall of the Mughal empire Vol II p298 - 372

Casi Raja Pundit: An account of the last battle of Panipat edited by H.G: Rawlinson. G.A. Malleson: Afghanistan, P. 289-291-

اس موقع پر اس کی فوج کے بارہ ہزار سپاہیوں نے غداری کی اور ابدالی کو مجبوراً کابل واپس ہونا پڑا۔[1]

---

[1] Islamic Culture Vol XI P.506-507

نجیب الدولہ

پشاور سے ۲۵ کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں منیری ہے۔ اسی مقام پر[۱] ۱۷۰۷ء میں نجیب الدولہ پیدا ہوا تھا۔ یہاں اس کو نہ تعلیم حاصل کرنے کے مواقع ملے[۲] نہ زندگی بسر کرنے کا کوئی ذریعہ ملا۔ تلاش معاش میں دوآب کے علاقہ میں آگیا۔ اللہ نے اسے بے پناہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ ۱۷۴۳ء میں آنولہ پہونچکر علی محمد خاں کے یہاں ملازم ہوگیا۔ شروع میں بارہ سوار اس کے نیچے رکھے گئے تھے۔ جلد ہی وہ ترقی کر گیا اور کئی سو سوار اس کی ماتحتی میں رہنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد علی محمد خاں کو شہنشاہ نے سرہند کا گورنر مقرر کیا۔ نجیب خاں، اس کے ہمراہ گیا۔ علی محمد خاں کو اس کی صلاحیتوں کے پرکھنے کا موقع ملا۔ جب علی محمد خاں، سرہند سے آنولہ واپس آیا تو دوندے خاں نے (جس کی لڑکی در بیگم سے نجیب کی شادی ہوچکی تھی) چاندپور۔ نگینہ۔ بجنور وغیرہ کے علاقہ

---

۱ نجیب التواریخ" از نصیر الدین (قلمی نسخہ حبیب گنج) ص ۱

۲ نجیب التواریخ۔ ص ۵ (ب)

نجیب کے سپرد کر دیئے۔

جب صفدر جنگ اور مرہٹوں نے افغانوں پر حملہ کئے تو نجیب خاں نے اپنی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ حافظ الملک نے اس کو ایک ہزار سوار پر حملہ دار مقرر کر دیا۔

۱۷۵۳ء میں احمد شاہ اور صفدر جنگ میں رسہ کشی شروع ہوئی نجیب خاں نے ایک عالم مولوی نذر محمدؒ کے وعظ سے متاثر ہو کر بادشاہ کی امداد کا تہیہ کر لیا۔ اور ایک ہزار سوار کے ساتھ دہلی روانہ ہو گیا۔ راستہ میں روہیلوں کو اپنے ساتھ شریک کرتا رہا۔ یہاں تک کہ دس ہزار آدمی اس کے ساتھ ہو گئے۔ عماد الملک نے شہنشاہ کی خدمت میں پیش کیا اور نجیب خاں کو نجیب الدولہ کا خطاب اور پنج ہزاری منصب عطا ہوا۔ نجیب الدولہ نے اس جنگ میں اپنی مردانگی اور شجاعت کا پورا پورا ثبوت دیا۔ بادشاہ نے فوجوں کی تنخواہ کے عیوض میں دوآب کا علاقہ عطا فرمایا۔ نجیب خاں چار ماہ بعد اپنے علاقہ میں واپس آیا۔ اب اس کی حیثیت بدل گئی تھی۔ شاہانِ مغلیہ سے اس کا براہ راست تعلق ہو گیا تھا۔ دہلی کی سیاست میں اس کا حصہ ہو گیا تھا۔ ترقی کرتے کرتے وہ دہلی کا ڈکٹیٹر ہو گیا۔ ۱۷۶۱ء سے ۱۷۷۰ء تک وہ دہلی کی سب سے بڑی شخصیت تھا۔ تمام سیاست اس کے گرد گھومتی تھی اور وہ سارا نظام حکومت اپنے کاندھوں پر سنبھالے

ہوئے تھا۔

نجیب الدولہ کو علوم رسمی کی تعلیم یقیناً نہیں ملی تھی۔ لیکن اس میں تمام وہ خوبیاں تھیں جو محنت، دیانت داری، اور تجربہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس کی عسکری لیاقت بے پناہ تھی۔ وہ دشمنوں کی سازشوں کا توڑ کرنا جانتا تھا۔ ناسازحالات میں اس کی دور بیں نگاہ صحیح راہ عمل دیکھ لیتی تھی۔ خود اعتمادی اور سیاسی بصیرت کی اس میں کبھی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ جب جواہر سنگھ کی فوج نے جس میں مرہٹے سکھ اور جاٹ تینوں شامل تھے۔ دہلی پر حملہ کیا تو اس نے مردانگی سے مقابلہ کیا۔ سرجدو ناتھ سرکار نے لکھا ہے۔

"ایک مورخ کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اس کی کس خوبی کی سب سے زیادہ تعریف کرے۔ میدان جنگ میں اس کی حیرت انگیز قیادت کی، یا مشکلات میں اس کے تیز نگاہی اور صحیح رائے کی، یا اس کی اس فطری صلاحیت کی جو اس کو انتشار اور ابتری میں ایسی راہ دکھادیتی تھی جس سے نتیجہ اس کے موافق نکل آتا تھا۔" ——— ج م ص ۱۶ا۴

نجیب الدولہ انتہائی قومی درد اور مذہبی جذبہ رکھنے والا انسان تھا۔ اس نے مغلیہ سلطنت کو بچانے کے لیئے وہی سب کچھ کیا جو سلجوقیوں نے خلفاء بنی عباس کے اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے کیا تھا۔ اس کی مذہبی دلچسپیوں کا یہ عالم تھا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب ؒ فرماتے ہیں۔

"نزد نجیب الدولہ نہ صد عالم بود،

ادنیٰ پنج روپیہ و اعلیٰ پانصد" ملفوظات ص ۸۱

روہیلکھنڈ کے ایک مشہور عالم حاجی محمدؒ مہدی صاحبؒ نے اس کی شان میں متعدد قصیدے لکھے ہیں۔ (ملاحظہ ہو انشار مہدی (قلمی)

نجیب الدولہ نے نجیب آباد میں ایک مدرسہ قایم کیا تھا۔ اس مدرسہ کی اساس مدرسہ رحیمیہ کے اصول اور قواعد تھے۔ ولی اللہی حکمت اور فلسفہ کی ترویج و اشاعت میں اس مدرسہ کا خاص حصہ تھا۔ مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کے خیال کے مطابق شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک کا ایک زبردست مرکز مدرسہ نجیب آباد بھی تھا۔

نجیب الدولہ حضرت شاہ ولی اللہ کے معتقدین خاص میں سے تھا۔ شاہ صاحب سے وہ اپنی مشکلات میں امداد و اعانت اور رہنمائی کی درخواست کیا کرتا تھا۔ ابدالی کو ہندوستان مدعو کرنے میں شاہ ولی اللہ صاحب کے ساتھ وہ بھی شریک تھا۔ اس جنگ میں وہ مقابہ الجیش کا افسر تھا۔ احمد شاہ جب ہندوستان سے واپس ہوا تو اس کو "امیر الامراء" مقرر کیا۔ سیر المتاخرین میں لکھا ہے۔

"نجیب الدولہ را مامور بودن شاہ جہاں آباد کرد" ص ۹۱۵

احمد شاہ ابدالی کا ہندوستان آنا، نجیب الدولہ کا اس کے ساتھ

شریک ہونا، مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو ختم کرنا، اور پھر نجیب الدولہ کا امیر الامراء ہو جانا۔ یہ سب شاہ ولی اللہؒ کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔

نجیب الدولہ نے ۳۱ر اکتوبر ۱۷۷۰ء کو انتقال کیا۔ اس کی عدل گستری اور بالغ نظری کا یہ واقع ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہے گا کہ وہ جس وقت بستر مرگ پر آخری سانس لے رہا تھا تو اس نے اپنی فوجوں کو (جو اس کے ساتھ ہاپوڑ کے مقام پر تھیں اور گڈھ کا میلہ ہو رہا تھا) حکم دیا کہ گنگا کے میلے میں آنے جانے والے ہندو یاتریوں کے جان و مال کی پوری حفاظت کی جائے۔ (سرکار۔ ج م ص ۱۰۵)

نواب مجد الدولہ

نواب مجد الدولہ عبدالمجید خاں، کشمیر کے رہنے والے تھے۔ وطن چھوڑ کر دہلی آ گئے تھے۔ کچھ دنوں عنایت اللہ خاں کے ساتھ رہے۔ اس کے انتقال کے بعد اعتماد الدولہ قمر الدین خاں کے ساتھ رہنے لگے۔ اور شاہی نوکری کر لی۔ ماثر الامراء میں لکھا ہے۔

" از انجا کہ منشہری پختہ کار بود رفتہ رفتہ بعد واقعہ نادر شاہ در عہد فردوس آرام گاہ بدیوانی خالصہ و تن د از اصل و اضافہ بہ منصب شش ہزار سوار و عطائے علم و نقارہ و پالکی جھالر دار و خطاب مجد الدولہ بہادر بدرجہ بلند رتبگی تصاعد نمود۔"

جلد سوم ص ۸ ـــ ۸۰۷

مفتاح التواریخ میں لکھا ہے :-

" نواب مجد الدولہ عبدالمجید خاں کشمیری در عہد احمد شاہ بادشاہ دہلی عہدہ سیوم بخشی گری داشت در سنہ ۱۱۶۵ھ

فوت شد۔ ستانہہ سنگھ متخلص بہ بیدار تاریخش

بتعمیہ گفتہ ؎

حیف آں امیر دانا رفت از جہاں فانی

واکرد بر رخ او رضواں در جناں را

تاریخ رحلتش را پرسیہ از فرد گفت

فردوس باد مسکن عبدالمجید خاں را

یعنی اگر لفظ فردوس را با عدد عبدالمجید خاں یکجا کنی

"تاریخ بر آید" ص ۳۴۴

نواب عبدالمجید خاں کے انتقال (۱۷۵۱ء / ۱۱۶۵ھ) کے بعد اُن کے لڑکے عبدالاحد خاں کو مجدالدولہ کا خطاب مل گیا تھا۔ عبدالاحد خاں مجدالدولہ نے بھی بڑا اقتدار حاصل کیا تھا۔ اور شاہ عالم بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل ہو گیا تھا۔ (ماثر الامراء ج ۳ ص ۸۰۸) جب دہلی میں نجف خاں کا اقتدار ہوا تو اس کو قید کر دیا گیا تھا۔ مجدالدولہ عبدالاحد خاں مذہبی حلقہ میں مقبول تھا۔ مرزا مظہر جانِ جاناںؒ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

"حال مردم ایں شہر از روزیکہ نجف خاں

آمدہ از شاہ تا گدا تباہ است و ذکر

خلاص مجدالدولہ بر زبان خاص عام

است تا خدائے تعالیٰ زود بظہور آرد" } مکتوب ۴۳ کلمات طیبات

مجد الدولہ عبد المجید خاں کا - (جن کے نام شاہ ولی اللہ صاحب نے خط لکھا تھا)، حال تاریخوں میں بہت مختصر ملتا ہے - لیکن ان کے بیٹے کے تفصیلی واقعات تاریخوں میں درج ہیں - ملاحظہ ہو -

ماثر الامراء - ج ۳ ص ۸۰۷ - ۸۰۸

Sarkar:- Fall of the Mughal Empire vol III

Chapter XXX

History of the reign of Shah Aulum,

by Francklin Chapter VI

موخر الذکر کتاب میں ص ۸۰ پر مجد الدولہ کی تصویر کا عکس بھی دیا گیا ہے

فرینکلن نے ۱۷۹۸ء میں کتاب لکھی تھی - اس لیئے یہ تصویر قابل اعتبار ہے -

مولانا سیّد احمد (از مردم دیار روہیلہ)

اُن کا پورا نام مولانا سید احمد المشہور بہ شاہ جی بابا تھا۔ اپنے زمانہ میں روہیل کھنڈ کے باا ثر علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ تاریخوں میں ان کا نام ایک سفارت کی قیادت کے سلسلہ میں ملتا ہے۔

صفدر جنگ کو جب روہیلوں میں انتشار اور نفاق پیدا کرنے کا خیال پیدا ہوا تو نواب قائم خاں ابن نواب محمد خاں بنگش والئ فرخ آباد کو روہیلکھنڈ کی سند دربار شاہی سے دلادی۔ تاکہ اس میں اور حافظ رحمت الملک میں ٹکراؤ پیدا ہو جائے۔ اور اس کشمکش میں جس کی بھی شکست ہو، بہرحال افغانوں کا ایک قوی بازو ٹوٹ جائے۔

قائم خاں ناتجربہ کار، نوجوان تھا۔ صفدر جنگ کے ہاتھوں میں کھیلنے لگا۔ حافظ الملک نے اسے سمجھانے کی کوشش کی لیکن بار آور نہ ہوئی۔ اور وہ ۳۱ر نومبر ۱۷۴۹ء کو ۵۰ ہزار فوج اور چار سو بڑی توپیں لے کر روہیل کھنڈ کی فتح کے ارادہ سے نکل کھڑا ہوا۔

حافظ الملک نے مولانا سید احمد کو معہ دو اور علماء کے قائم خاں

کو سمجھانے کے لیئے بھیجا۔ مولانا نے بڑی کوشش کی کہ قائم خاں جنگ سے باز آجائے۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ بلکہ قائم خاں کے مہتمم محمود خاں نے نہایت اہانت آمیز لہجہ میں جواب دیا۔

"تم سید ہو۔ پیرزادے ہو۔ تم کو معاملات دنیا کا کیا حال معلوم تم کیوں اس قسم کے کاموں میں ہاتھ ڈالتے ہو" سید صاحب صلح سے، ناامید ہو کر حافظ الملک کے پاس واپس تشریف لائے اور تمام گفتگو کا اعادہ کرکے فرمایا۔

"آپ کو پوری خاطر جمعی کے ساتھ جنگ کرنی چاہیئے۔ انشاء اللہ فتح اور فیروزی نصیب ہو گی۔ کیونکہ جب میں مخالفوں کے پاس سے رخصت ہوا تو میں نے قائم خاں۔ محمود خاں اور دیگر حاضرین مجلس کے جسموں پر سر نہیں دیکھے"

(ملاحظہ ہو "گلستان رحمت" قلمی نسخہ حیات حافظ رحمت خاں ص ۴۲ - ۴۱

Life of Hafiz-ool-Moolk,
p. 30

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سید احمدؒ نے روہیلوں کو ان کی طاقت کے استحکام اور مخالف قوتوں کے مقابلہ میں ہر طرح کی مدد دی۔

جب قطب الدین خاں نے روہیل کھنڈ پر حملہ کیا تو حافظ الملک نے چار شخصوں کو مدافعت کے لیئے بھیجا۔ دوندے خاں۔ عبدالستار خاں۔ نجیب خاں اور مولانا سید احمدؒ کے صاحبزادے سیدؔ معصوم شاہ۔

(حیات حافظ رحمت خاں۔ ص ۳۹)

کتابیں جنکے حوالے درج ہیں

عربی — (۱) تفہیمات الٰہیہ۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ (مطبوعہ علمی مجلس ڈابھیل)
(۲) فیوض الحرمین۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۳) حجۃ اللہ البالغہ۔ (دو جلد) شاہ ولی اللہ دہلویؒ
(۴) الجامع الصغیر۔ سیوطی۔ (مطبع میمنیہ۔ مصر) (۴ الف) دیوان متنبی۔

فارسی — (۵) تاریخ عالمگیر ثانی۔ مصنف نامعلوم (قلمی) (۶) سیر المتاخرین۔ سید غلام حسین خاں طباطبائی (مطبوعہ نولکشور) (۷) ملفوظات شاہ عبد العزیز۔ شائع کردہ قاضی بشیر الدین میرٹھی (مطبع مجتبائی میرٹھ) (۸) تاریخ فیروز شاہی۔ ضیاء الدین برنی۔ (ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ)
(۹) راحت المحبین۔ ملفوظ شیخ نظام الدین اولیاء۔ از امیر خسرو (قلمی نسخہ) (۱۰) تاریخ فیروز شاہی عفیف (ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ) (۱۱) تاریخ مبارک شاہی۔ یحییٰ سرہندی (ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ)۔
(۱۲) تذکرہ شاکر خاں۔ نواب شاکر خاں بن لطف اللہ خاں (قلمی) (۱۳) تاریخ فرشتہ۔ ہندو شاہ فرشتہ (نولکشور) (۱۴) طبقات اکبری۔ جلد سوم۔ نظام الدین بخشی (کلکتہ) (۱۵) دستور الانشاء۔ یار محمد (قلمی) (۱۶) چہار گلزار شجاعی۔ ہرچرن داس (قلمی) (۱۷) وصیت نامہ۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔
(۱۸) مکتوبات مجدد الفثانی (۱۹) الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔
(۲۰) خزانہ عامرہ۔ غلام علی آزاد۔ (کانپور) (۲۱) مآثر الامراء۔ (ہر سہ جلد) (۲۲) گلستان رحمت محمد مستجاب خاں (قلمی نسخہ) (۲۳) تاریخ حسین شاہی۔ عماد الدین حسینی (قلمی نسخہ) (۲۴) تذکرہ آنند رام مخلص (مطبوعہ رام پور) (۲۵) عجیب التواریخ۔ نصیر الدین (قلمی نسخہ) (۲۶) انشائے مہدی حاجی محمد مہدی (قلمی نسخہ) (۲۷) مفتاح التواریخ۔ (۲۸) کلمات طیبات۔

اردو — شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک۔ مولانا عبید اللہ سندھی (لاہور) حیات حافظ رحمت خاں۔ سید الطاف علی بریلوی (بدایوں) حیات ولی۔ مولوی رحیم بخش (دہلی)